﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (بنی إسرائيل: ٨٠)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۲ | جمعہ ۱۳ جنوری ۱۹۹۵ء | شمارہ ۲

آنے والا تو آچکا ہے اور کوئی نہیں آئے گا

وہ دن دور نہیں جب خدا کے آسمان کے فیصلے زمین پر جاری و ساری تقدیروں کے طور پر ظاہر ہونگے اور سب دنیا کو دکھائی دینے لگیں گے

دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں اچھے لوگوں کی تلاش کریں اور ان میں بیج بوئیں اور ایسا بیج بوئیں کہ آسمان سے اس بیج کی نشو و نما کے لئے اللہ کی رحمتیں اتریں

دعوت الی اللہ میں محبت کے جذبوں کو شامل کریں۔ اب وہ دن آگئے ہیں کہ جماعت میں سے چند نہیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو سب بڑے اور چھوٹے، مرد اور عورتیں، تمام تر اس معاملہ میں اپنی ذات کو اس طرح جھونک دیں کہ یہ مقصد اول ہو جائے

[جلسہ سالانہ قادیان کے آخری روز (۲۸ دسمبر ۱۹۹۴ء) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پر شوکت الوداعی خطاب کا خلاصہ]

(لندن ۲۸ دسمبر ۱۹۹۴) قادیان دارالامان میں منعقد ہونے والے ایک سو تیسرے (۱۰۳) جلسہ سالانہ کے آخری روز کے آخری اجلاس سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن سے مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ براہ راست خطاب فرمایا اور مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ یہ خطاب براہ راست تمام دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔ مسجد فضل لندن کے محمود ہال میں ساڑھے نو بجے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیر صدارت اس آخری اجلاس کی کاروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی جو مکرم الحاج محمد حلمی الشافعی صاحب نے کی اور اس کا ترجمہ مکرم عطاء المجیب صاحب راشد نے سنایا۔ پھر مکرم نسیم احمد صاحب باجوہ نے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا منظوم کلام "خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو" پڑھ کر سنایا۔ بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے ساتھ خطاب کا آغاز فرمایا۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس وقت اللہ کے فضل سے ہزارہا ہندوستان اور دیگر ملکوں کے باشندے قادیان میں مسجد اقصیٰ میں جلسہ سالانہ قادیان کے اس الوداعی خطاب کو سننے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ حضور نے بتایا کہ اس سے پہلے جلسہ باہر ہوا کرتا تھا لیکن مسلسل بارشوں کی وجہ سے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ مسجد اقصیٰ میں یہ جلسہ منعقد کیا جاتا۔ حضور نے بتایا کہ آج جب میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس جلسہ کی تعداد کیا تھی جو آج سے سو سال قبل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں ۱۸۹۴ء میں ہوا تھا تو اس جلسہ میں حاضرین کی تعداد تو نہ مل سکی لیکن یہ معلوم ہوا کہ اس وقت بھی جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہی ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ اس طرح عجیب طریقے سے بعض مشابہتوں کو زندہ کرتا ہے اور سامنے لاتا ہے۔ پس یہ بارش بھی آپ کے لئے بہت مبارک ہو جس نے آج آپ کو اسی مسجد میں، اسی مقام پر، اسی فضا میں اکٹھا کر دیا ہے جس مسجد میں، جس مقام پر، جس فضا میں آج سے پورے ایک سو سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں ۱۸۹۴ء کا جلسہ منعقد ہوا تھا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے مختلف شہروں سے آنے والے مہمانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سے بعض کو تین دن تک مسلسل سفر کرنا پڑا ہے اور وہاں سفر کی سہولتیں بھی پوری طرح مہیا نہیں ہوتیں۔ اخراجات بھی ان کی توفیق سے بڑھ کر ہیں۔ بعض لوگ اس کے لئے قرضے لیتے ہیں اور پھر سارا سال وہ قرضے اتارتے ہیں۔ کشمیر سے بھی بعض لوگ بڑے مشکل سفر کر کے وہاں پہنچے ہیں۔ ایسے علاقوں سے بھی لوگ تشریف لائے ہیں جہاں عموماً موسم گرم رہتا ہے اور وہ سخت سردی میں معمولی کپڑوں میں ہنستے مسکراتے قادیان کی گلیوں میں پھرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ وہ کیا محبت ہے جس نے ان کو کھینچا ہے؟ وہ کون سا جذبہ ہے جو بڑی طاقت کے ساتھ ان کو دور دور سے مصیبت کی راہوں کو آسان دکھاتا ہوا کھینچ لایا ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق ہی ہے جو در حقیقت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حسن اخلاق سے مزین ہو کر اس زمانے کے لئے چمکے تھے اور یہ وہی شمع ہے جس نے تمام دنیا میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ایک اور جگہ بھی ہے جہاں لوگ اس وقت جمع ہیں اور بڑے شوق اور ولولہ سے ہمارے اس پروگرام میں شامل ہیں اور اس جگہ کو ہمیں بھلانا نہیں چاہئے کیونکہ اس دور میں قربانیوں کے لحاظ سے اس کا ایک بڑا مقام ہے اور وہ ربوہ ہے۔ حضور نے فرمایا کہ دعاؤں میں تو ربوہ ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب وہاں سے خطوط ملتے ہوں اور وہاں کے تکلیف دہ حالات کا تذکرہ نہ ہو۔ مولوی وہاں حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور بزرگان سلسلہ کے خلاف گند بکتے ہیں اور کوئی نہیں جو انہیں روک سکے اور اس کے برعکس جب ایک ربوہ کا بسنے والا حضرت محمد مصطفیٰؐ کے عشق کے گیت گاتا ہے تو اس پر ہتک رسولؐ کے مقدمے درج کر کے تھانوں میں گھسیٹا جاتا ہے اور بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے جیلوں میں بہت وقت گزارا ہے

باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز روزانہ "مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ" کے پروگرام "ملاقات" میں تشریف لاتے ہیں اور مختلف دینی و علمی موضوعات کے بارہ میں آپ کے ارشادات ازدیاد علم و ایمان کا باعث ہوتے ہیں۔ قارئین "الفضل انٹرنیشنل" کے علم اور یاددہانی کی غرض سے "مختصرات" کے عنوان سے چند اشارات پیش خدمت ہیں۔

ہفتہ ۲۴ دسمبر ۱۹۹۴ء:

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بچوں کی مجلس میں رونق افروز ہوئے۔ پہلے بچوں سے مختلف دعاؤں کا ترجمہ سنا جو انہیں پہلے سکھائی تھیں اور اس کے بعد ایک بچے نے سوال کیا کہ کیا ہمیں کرسمس کارڈ دینے کی اجازت ہے؟ اس کا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خوب سمجھا کر تفصیل سے جواب دیا اور اسی مضمون میں تحریک جدید کا ذکر آیا تو حضور انور نے بچوں سے پوچھا کہ یہاں انگلستان میں سب سے پہلے مبلغ کون تھے اور کب یہاں آئے تھے؟ نیز مسجد فضل لندن کی خرید و تعمیر کی کچھ تاریخ بتائی۔ اس کے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ کے کارناموں کا ذکر فرمایا۔

اتوار ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء:

سیرالیون کے احباب کی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات ہوئی جس میں انہوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے مختلف سوالات کئے جن کے جامع جوابات حضور انور نے عطا فرمائے۔ سوالات یہ تھے۔

☆ سیرالیون میں شادیاں پہلے کی نسبت زیادہ ناکام ہو رہی ہیں، اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟
☆ مسلمان ایک دوسرے سے لڑائی کر رہے ہیں اور اسے جہاد سمجھتے ہیں۔ حضور بتائیں کہ جہاد کی تعریف کیا ہے؟
☆ ابارشن کے بارہ میں اسلامی نقطہ نظر کیا ہے؟
☆ مرنے کے بعد چہلم اور قرآن خوانی کی رسموں کے بارہ میں حضور انور کا کیا خیال ہے؟
☆ ایک سوال کے جواب میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے مقام کی وضاحت فرمائی۔

سوموار۔ منگل، ۲۶۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۹۴ء:

پہلے دن ہومیو پیتھی کی ۵۵ویں اور دوسرے دن ۵۶ویں کلاس ہوئی۔ اس کلاس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہومیو پیتھی طریقہ علاج کے بارہ میں مختلف تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو قدرتی غذائیں ہیں وہی بہترین ہیں۔ بچوں کے لئے جو دودھ بنایا جاتا ہے وہ ماں کے دودھ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور ماں کے دودھ سے بچے میں پچاس (۵۰) Anti Bodies پیدا ہوتی ہیں اور کوئی مصنوعی دودھ یہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اس ضمن میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ، شراب اور پانی کا پیالہ دیا گیا تو آپؐ نے دودھ کو قبول فرمایا اور باقی دونوں کو رد کر دیا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تینوں چیزوں کا بہت حکیمانہ رنگ میں تجزیہ فرمایا اور دودھ کے فوائد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ کو قبول فرمانے کی حکمت بیان فرمائی اور بتایا کہ اس میں امت کی فضیلت اور آئندہ کے لئے امت نے جو انسانیت کی خدمت میں اہم کردار ادا کرنا تھا اس کے پیغامات ہیں۔ اور مراد یہ ہے کہ تمہاری شریعت وہ ہے جو ہر لحاظ سے کامل ہے، زندگی بخش ہے، طاقت عطا کرتی ہے اور ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

بدھ۔ جمعرات، ۲۸۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۹۴ء:

پروگرام کے مطابق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان دنوں میں قرآن کریم کا ترجمہ سکھانے کی کلاس لی جو علی الترتیب ۳۰ویں اور ۳۱ویں کلاس تھی۔ اور اس میں پہلے دن سورۃ البقرہ کی آیت ۲۶۹ تا ۲۷۴ اور دوسرے دن آیت ۲۷۵ تا ۲۸۲ کا ترجمہ سکھایا اور ضروری امور کی مختصر تشریح بیان فرمائی۔

جمعۃ المبارک ۳۰ دسمبر ۱۹۹۴ء:

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ عام سوال و جواب کی مجلس ہوئی جس میں درج ذیل سوالات کئے گئے:

☆ کیا بنکوں سے ملنے والے سود کو ذاتی استعمال میں لایا جا سکتا ہے؟

سوال کے جواب کے علاوہ حضور انور نے سودی نظام کی خرابیوں اور قباحتوں کی بھی تفصیل بیان فرمائی۔

☆ کیا حکومت کی طرف سے جاری ہونے والے بانڈز میں سرمایہ کاری درست ہے؟
☆ شہد کی مکھی پر خدائی وحی کے آنے کا ذکر ہے۔ اس کی کیا اہمیت اور حکمت ہے؟
☆ اللہ تعالیٰ کے الہام کے وصول کرنے کے لئے کیا انسان کے اندر کوئی اندرونی ذریعہ یا نظام موجود ہے؟
☆ قوالی کا طریق کیسے شروع ہوا؟ کیا اس کا روحانیت سے کوئی تعلق ہے؟

(ع۔ م۔ ر)

اداریہ

وقف جدید کے سال نو کا اعلان

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "وقف جدید" کا جو پودا آج سے انتالیس سال قبل لگایا تھا خدا تعالیٰ کے فضلوں کی برسات میں نشوونما پاتا ہوا آج وہ ایک نہایت خوشنما، ثمربار، مضبوط اور تناور شجرہ طیبہ میں تبدیل ہوچکا ہے۔ چنانچہ گزشتہ جمعہ (۶ جنوری ۱۹۹۴ء) کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وقف جدید کے چالیسویں سال کے آغاز کا اعلان فرمایا۔

ایک لمبے عرصے تک وقف جدید کا دائرہ کار زیادہ تر برصغیر ہندوپاکستان تک ہی محدود تھا لیکن چند سال قبل (۱۹۸۶ء میں) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فیض کے دائرہ کو تمام عالم پر وسیع فرما دیا اور سچے دلوں کی دولت اور اخلاص کے سرمایہ سے مالامال عالمگیر جماعت احمدیہ کے افراد نے خالصۃً لوجہ اللہ، دلی محبت اور شوق کے ساتھ بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیا۔ اور آج وقف جدید کے شجرہ طیبہ کی پھل دار شاخیں ملک ملک میں جڑیں پکڑ کر اور نشوونما پاکر آگے پھر نہایت خوبصورت سرسبزو شاداب پھل دار درختوں کی صورت اختیار کر رہی ہیں۔

چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ میں مختلف پہلوؤں سے "وقف جدید" کی ترقی واستحکام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس میں غیر معمولی برکت عطا فرمائی ہے۔ حضور نے بتایا کہ سال گزشتہ (۱۹۹۴ء) کے چندہ وقف جدید کی وصولی کی جو رپورٹس اب تک مل سکی ہیں ان کے مطابق دو کروڑ تریسٹھ لاکھ چوالیس ہزار روپے سے زائد وصولی ہوچکی ہے۔ جب کہ ۸۲-۱۹۸۱ء میں صدر انجمن احمدیہ کا کل بجٹ ایک کروڑ ستائیس لاکھ سڑسٹھ ہزار روپے تھا۔ اور دس سال قبل صدر انجمن کے تمام چندوں کا کل بجٹ دو کروڑ چھ لاکھ چودہ ہزار آٹھ سو دس روپے تھا اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے صرف وقف جدید کی سن چورانوے کی وصولی دو کروڑ تریسٹھ لاکھ چوالیس ہزار روپے سے زائد ہے اور یہ صرف مالی قربانی والا پہلو ہے۔ پھر اس مال کے ذریعہ دنیا بھر میں خدمت دین، دعوت الی اللہ، دینی تعلیم و تربیت اور اشاعت واستحکام اسلام کے لئے جو عظیم الشان کام انجام پارہے ہیں وہ اس بات پر گواہ ہیں کہ جماعت کی یہ مالی قربانیاں عنداللہ قبولیت کا شرف پا رہی ہیں۔

حضور نے بتایا کہ "وقف جدید" میں مالی قربانی کے لحاظ سے دنیا بھر میں سب سے اول نمبر پر پاکستان کی جماعت ہے۔ اس کے بعد امریکہ، جرمنی، کینیڈا، برطانیہ، انڈیا، سویٹزرلینڈ، انڈونیشیا، ماریشس اور جاپان کا نمبر آتا ہے۔ حضور نے وقف جدید کے چندہ دہندگان کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ کرنے والی جماعتوں کا بھی ذکر فرمایا اور جماعت کو توجہ دلائی کہ قربانی کی روح کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہے کہ نومبایعین کو بھی کثرت سے ان چندوں میں شامل کریں۔ قطع نظر اس کے کہ کوئی کتنی رقم دیتا ہے۔ اگر کوئی ایک آنہ بھی دے سکتا ہے تو اسے بھی شامل کیا جائے کیونکہ ہمیں اخلاص کی ضرورت ہے اور مالی قربانی کے بغیر اخلاص بڑھتا نہیں۔ مالی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا ایک معیار قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مالی قربانی اور خدمت دین کے دیگر مختلف میدانوں میں جماعت احمدیہ عالمگیر کی مسلسل ترقی اس کے بڑھتے ہوئے تقویٰ پر دلالت کرتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ایک وقت تھا کہ جماعت کا مالی نظام استحکام پکڑ کر تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا اور دعوت الی اللہ کا نظام اس دوڑ میں بہت پیچھے تھا۔ مگر اب خدا تعالیٰ کے فضل سے دعوت الی اللہ اور تبلیغ کا نظام بھی اس دوڑ میں آگے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حضور نے خطبہ میں بتایا کہ کس طرح بعض عورتوں نے اپنے ہونے والے بچوں کو بھی وقف جدید میں شامل کیا اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی برکتوں سے ان کی جھولیاں بھر دیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وقف جدید کا یہ نیا سال پہلے سے بڑھ کر بابرکت فرمائے اور یہ مبارک تحریک اس کے فضلوں کے سایہ تلے ہمیشہ پھولتی اور پھلتی رہے۔

لہجے میں پڑی تھی جو گرہ کھول رہا ہوں
میں اپنے قبیلے کی زباں بول رہا ہوں
ماتم بھی نہیں کرتا مرا صبر مسلسل
کاندھے پہ جنازوں کو لئے ڈول رہا ہوں
سونی ہے کلائی مری بستی کی ابھی تک
اور میں ہوں کہ یادوں میں حنا گھول رہا ہوں
کیا ہوگی کھلی جنگ بھی اک دشمن جاں سے
یا صرف نگاہوں میں اسے تول رہا ہوں
توہین عدالت تھی جمیل اتنا بھی کہنا
میرا ہے یہی جرم کہ سچ بول رہا ہوں

(جلیل الرحمٰن جمیل)

احادیث النبی ﷺ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: كَانَتْ عِندى اَمْرَأَةٌ فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مَنْ هٰذه؟ قُلْتُ: فُلاَنَةٌ لاَ تَنَامُ تَذْكُرُ مِنْ صَلوتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَهْ: عَليكُمْ بِمَا تُطيقون، فواللّٰه: لا يَمَلُّ اللّٰهُ حتى تَمَلُّوا، قَالَتْ: وَكَانَ اَحَبُّ الدِّينِ اِلَيهِ اَلَّذى يَدُومُ عَلَيهِ صَاحِبُهُ. (ابن ماجه، ابواب الزهد، باب المداومة على العمل).

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا یہ کون عورت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ فلاں ہے جو اس قدر عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتی ہے کہ سوتی بھی نہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چھوڑو، تم پر اسی قدر عبادت واجب ہے جتنی تم میں طاقت ہے۔ خدا کی قسم! تم اکتا جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ نہیں اکتائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو وہی عمل پسند ہے جس پر وہ عمل کرنے والا مداومت اختیار کرے۔

اے عزیز اپنے لئے بخت رسا پیدا کر
تو بنے جان جہاں ایسی فضا پیدا کر
سامنے تیرے ہے میدان عمل کی وسعت
عزم شہباز دکھا بال ہما پیدا کر
نوجوانوں کی امنگوں میں ہو اسلام نہاں
ولولوں میں کشش فضل خدا پیدا کر
آرزؤں میں تیری روح ہو قربانی کی
اپنے ارمانوں میں تو ذوق وفا پیدا کر
بارگاہ صمدیت میں جگہ حاصل ہو
اس لئے سوز دل و جوش دعا پیدا کر
تیرے سینہ میں ہو، تا نور خدائی داخل
دل کو آئینہ بنا صدق و صفا پیدا کر
جلوہ یار حقیقی کا ہو ادراک تجھے
نکتہ چین آنکھ میں وہ نور حیا پیدا کر
خود پرستی میں گرفتار ہیں اہل عالم
یہ گرفتار ہوں تیرے ایسی ادا پیدا کر
نام لیوا جو خدا کے تھے خدا کھو بیٹھے
ان کے سینوں میں نیا نور خدا پیدا کر
تیری آواز سے زندہ ہو یہ مردہ دنیا
ایسی آواز بنا ایسی صدا پیدا کر
خدمت دین محمدؐ میں فنا ہوکر تو
زندگی ابدی اور بقاء پیدا کر
پرورش پائی ہے جب دار شفاء میں تو نے
جا ہر اک ملک میں اک دار شفاء پیدا کر
اٹھ کہ ہے سعی و عمل ہی میں حیات جاوید
رہبری کرکے نئے راہ نما پیدا کر
زندگی جو فقط اپنے لئے ہو بیکار ہے وہ
تو سر قافلہ بن بانگ درا پیدا کر
قوت حق وہ دکھا فتح مقدر ہو نصیب
روس کے زار کا موعود عصا پیدا کر
زور ایماں سے مٹا دیر و کلیسا کا جہاں
تو زمیں اپنی بنا اپنا سماں پیدا کر
پھنس گئی ظلمت الحاد میں ساری دنیا
گمرہوں کے لئے پھر راہ ہدیٰ پیدا کر
گوہر خستہ ہے اک بندہ مسکین و ضعیف
مشکل آساں ہو یا رب وہ قضاء پیدا کر

(حضرت مولانا ذوالفقار علی خان گوہرؓ)

شریعت ـــ اسلام میں مذہب اور سیاست کا باہمی تعلق

ـحضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک بصیرت افروز لیکچرـ

[سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۳ جون ۱۹۹۱ء کو بین المذاہب مشاورت منعقدہ سرینام (جنوبی امریکہ) میں مندرجہ بالا موضوع پر انگریزی میں جو خطاب فرمایا تھا اس کا اردو ترجمہ ذیل میں ہدیہ قارئین ہے۔ اردو ترجمہ مکرم و محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی، سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ (حال مقیم جرمنی) نے کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ادارہ الفضل یہ ترجمہ اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ (مدیر)]

(دوسری قسط)

سوالات اور ان کے جواب

تقریر کے بعد سامعین کی طرف سے بہت سے سوالات کئے گئے جن کے فاضل مقرر (امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ) نے جواب دئے۔ ان میں سے بعض سوالات اور ان کے جواب درج ذیل ہیں۔ جیسا کہ قارئین بھی محسوس کریں گے بعض سوالات پورے طور پر ریکارڈ نہیں کئے جاسکے لیکن جواب سے خود عیاں ہو جاتا ہے کہ سوال کس بارہ میں دریافت کیا گیا تھا اور یہ کہ اس کی نوعیت کیا تھی (نوٹ از مرتب)۔

سوال: ۔ مغربی دنیا میں شریعت اور اس کے نفاذ کے بارہ میں عجب قسم کا الجھاؤ پایا جاتا ہے ....

جواب: ۔ مخصوص نوعیت کے اس سوال کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں تاہم میرا خیال یہ تھا کہ اس نوعیت کے سوالات ہماری آج کی گفتگو کے دائرے میں نہیں آتے۔

ہم فی الوقت جس بات پر غور کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ کیا بحالت موجودہ کسی بھی ملک میں کسی مذہب کے شرعی قانون کو ملکی قانون کے طور پر اختیار کرنا ممکن ہے؟ــ میرے نزدیک ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر خدا کے نام پر آپ صدق دل سے بھی چاہیں تو آپ کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ ہوگا۔ وجہ ظاہر ہے اور وہ یہ کہ لوگ بالعموم مذہب سے بہت دور ہو چکے ہیں اور انہوں نے منافقت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پوری انسانی سوسائٹی پر منافقت کا رنگ چڑھ چکا ہے۔ صرف سیاست میں ہی منافقت سے کام نہیں لیا جا رہا بلکہ انسانی سوسائٹی کے ہر شعبہ حیات پر منافقت نے اس درجہ غلبہ پا رکھا ہے کہ کوئی شعبہ بھی اس کی دست برد سے محفوظ نہیں ہے۔ منافقت جب کسی سوسائٹی میں جڑ پکڑ لیتی ہے تو وہ ایمانداری اور دیانتداری کو پنپنے نہیں دیتی۔ منافقت کا غلبہ اس امر کا امکان ہی پیدا نہیں ہونے دیتا کہ خدا کا کلام کہیں بھی جڑ پکڑ سکے۔ یہ ہے بنیادی مسئلہ جس سے اس وقت پوری انسانی سوسائٹی دوچار ہے۔

سوال: ۔ میرا احساس ہے کہ ایک ایسا قانون جو قدیم زمانوں کے لئے نازل ہوا تھا اسے ہم زمانہ جدید میں کامیابی سے نافذ نہیں کر سکتے۔ میرا احساس درست ہے یا نہیں اس بارہ میں ذرا وضاحت سے بیان فرمائیے؟

جواب: ۔ میں نے اس سوال کا بہت گہرائی میں جاکر مطالعہ کیا ہے۔ میں اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہوں کہ مذہب اپنی قدامت کے باوجود دائمی اور آفاقی ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے اصول انسانی فطرت کے عین مطابق ہوں یعنی ان کی جڑیں فطرت انسانی میں گہرائی تک اتری ہوئی ہوں اور وہاں مضبوطی سے پیوست ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ وہ غیر متبدل ہوتی ہے۔ قرآن نے بعینہ یہی دعویٰ کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے یعنی یہ ایک ایسا مذہب ہے اور ایسا قانون ہے جو فطرت انسانی پر مبنی ہے۔ اس بارہ میں قرآن کا ارشاد یہ ہے کہ "لا تبدیل لکلمات اللہ" (یونس: ٦٥)۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اور اس نے جیسا کچھ اندرونی طور پر تمہیں بنایا ہے یعنی جبر و قدر کا سلسلہ، ذوق و شوق، میلان طبع، کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کا اختیار، یہ سب چیزیں اسی طرح قائم و دائم رہتی ہیں۔ اسی طرح اس قانون کا بھی دائمی اور آفاقی ہونا لازمی ہے جس کی جڑیں فطرت انسانی میں پیوست ہوں۔ لیکن قرآن نے صرف اتنا کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ تمام مذاہب اپنی ابتدائی حالت میں بھی اور اس حالت میں بھی جب وہ نشو و ارتقاء کے مدارج میں سے گزر رہے تھے بنیادی طور پر ان معنوں میں ایک ہی تھے کہ وہ انسانی فطرت سے تعلق رکھنے والی بنیادی صداقتوں کے حامل تھے۔ اس حقیقت کا اظہار اس نے "دین القیمہ" (البینہ: ٦) کی اصطلاح کے ذریعہ کیا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ہر مذہبی تعلیم تین بنیادی پہلوؤں پر مشتمل تھی۔

اول: یہ کہ اے انسانو! تم خدا کے ہو کر زندگی بسر کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ خلوص نیت سے خدا کے ساتھ تمہارا تعلق بہر طور استوار رہنا چاہئے۔

دوم: یہ کہ تمہیں صرف اور صرف خدا ہی کی عبادت کرنی چاہئے۔ عبادت کا مطلب صرف زبان سے خدا کی توحید اور اس کی تحمید و تمجید کا اقرار کرنا ہی نہیں بلکہ عبادت کا اصل مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر بننے کی کوشش کرو۔

سوم: یہ کہ تم اپنے ہم جنس جملہ بنی نوع انسان کی خدمت کو اپنا شعار بناؤ اور ضرور تمندوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے اپنے اموال خرچ کرو۔

قرآن مجید کے نزدیک آسمانی ہدایت کی یہ تین بنیادی شاخیں ہیں جو جملہ مذاہب میں مشترک تھیں تاہم مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ تحریف و ناروا اضافوں کے نتیجہ میں ان میں تبدیلیاں آتی چلی گئیں۔ پس ضرورت نئی تعلیم کی نہیں بلکہ اس امر کی پیش آتی رہی کہ اصل تعلیم کو انسانی ملاوٹوں سے پاک کر کے خالص اور نکھری ہوئی حالت میں از سر نو پیش کیا جائے۔ چنانچہ ہر نبی کی بعثت کے ذریعہ یہی کچھ ہوتا رہا۔

اس وقت جو سوال کیا گیا ہے وہ ایک بہت پیچیدہ اور الجھا ہوا سوال ہے۔ اور اس کا زیر غور موضوع سے براہ راست کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اس بارہ میں اتنی وضاحت ہی کافی متصور ہوگی۔

اب رہا یہ امر کہ کیا اسلامی قانون یا کسی بھی مذہبی قانون کو بالجبر نافذ کیا جا سکتا ہے تو اس بارہ میں میں یہی کہوں گا کہ کسی مذہبی قانون کو بالجبر نافذ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسا کرنا خود مذہب کی روح کے خلاف ہوگا۔ قرآن مجید صاف اور واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے:

"لا اکراہ فی الدین"

(البقرہ: ۲۵۱)

یعنی دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں۔

یہ اعلان بے شک ایک قرآنی اعلان ہے لیکن ہے یہ ایک آفاقی صداقت۔ یہ آفاقی صداقت کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی۔ یہ اپنی ذات میں ایک مثال ہے اس امر کی کہ قوانین کس طرح اور کس طریق پر دائمی اور آفاقی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں۔ اس آفاقی صداقت کا مطلب یہ ہے کہ مذہب یا مذہب سے متعلق امور میں جبر کے دخل کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس بارہ میں نہ جبر روا رکھنے کی اجازت ہے اور نہ ہی جبر روا رکھنا ممکن ہے۔ اندریں حالات سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی مذہب اپنے شرعی قانون کو ایک ایسے معاشرہ میں نافذ کرتا ہے جس میں دوسرے مذاہب یا مسالک کے لوگ بھی رہتے ہیں تو قرآن مجید کی یہ آیت جبر کی اس کوشش میں کیوں مزاحم نہ ہوگی۔ یہ سوال صرف دوسرے مذاہب کے بارہ میں ہی نہیں بلکہ خود اس مذہب کے اپنے پیرو کاروں کے بارہ میں بھی پیدا ہوگا جو نافذ کردہ قوانین پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار یا آمادہ نہ ہونگے۔ یہ ہے بنیادی سوال جبر کی صورت میں اس سوال کا اٹھنا اور پیش آنا ناگزیر ہے۔ اس سے نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ مذہب میں اس امر کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ جبر کو ایک آلہ کار کے طور پر اختیار کیا جا سکے۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے جبر ایک جائز آلہ کار ہے ہی نہیں۔

اسلام میں وہ مقتدر اور صاحب اختیار ہستی جو حقیقی معنوں میں اس بات کی سزاوار اور اہل تھی کہ اسے جبر روا رکھنے کا حق دیا جاتا ایک ہی ہو سکتی تھی اور وہ تھے خود بانی اسلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ اسلام کا ایک جیتا جاگتا زندہ و تابندہ نمونہ تھے۔ اسی لئے جب آپؐ کی حرم محترم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ کی سیرت کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا آپؐ کے وجود باجود میں قرآن عمل کے سانچہ میں ڈھلا ہوا تھا اس لحاظ سے آپؐ کا وجود خود زندہ قرآن کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لحاظ سے حقیقی معنوں میں صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس بات کے اہل ہو سکتے تھے کہ آپ کو دوسرے مذہب میں مداخلت کا اختیار دیا جاتا اور یہ اجازت دی جاتی کہ جہاں مذاہب میں اصلاح کی غرض سے ضروری ہو وہاں آپؐ طاقت استعمال کر سکتے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن آپ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

"انما انت مذکر ○ لست علیھم بمصیطر ○"

(سورہ الغاشیہ: ۲۲، ۲۳)

ان آیات کے مفہوم کی رو سے اللہ تعالیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے تم صرف ایک نصیحت کرنے والے ہو تمہیں جبر کا اختیار نہیں ہے۔ سو گویا یہ فرمایا کہ تم سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نہیں ہو۔ لفظ مصیطر کا ہو بہو مطلب سپرنٹنڈنٹ آف پولیس ہی بنتا ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ مذہب کے معاملہ میں نہ جبر ممکن ہے اور نہ خدا نے اس کی اجازت دی ہے۔

مزید برآں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ ایک مسلمان کے لئے اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہونے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟ کیا ضرورت ہے کہ وہ شریعت پر عمل پیرا ہونے کے لئے پورے ضابطہ قوانین کی تبدیلی کا انتظار کرے؟ اسلام کا بیشتر حصہ، اسی طرح عیسائیت کا اکثر حصہ اور بعینہ ہندو مت کا غالب حصہ ایسا ہے جس پر از خود عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے قطعاً اس امر کی ضرورت نہیں کہ اسے ملکی قانون کا درجہ دیا جائے۔ فی زمانہ ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ موجودہ دور کے سیاسی مفکرین کے نزدیک اس امر کو ایک مسلمہ عمومی اصول کی حیثیت حاصل ہے کہ مذہب کو سیاست میں اور سیاست کو مذہب میں مداخلت کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ میں مذہب اور سیاست کی ایک دوسرے کے معاملات میں **مداخلت** کا ذکر کر رہا ہوں۔ دونوں کے مابین تعاون کی بات نہیں کر رہا۔ تعاون اس مضمون کا دوسرا پہلو ہے۔ پس اگر ایک سوسائٹی کو اپنی مذہبی تمناؤں اور امنگوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کھلی اجازت حاصل ہے تو متعلقہ مذہبی قانون کو ملکی قانون کے طور پر نافذ کرنا کیوں لازمی اور ضروری ٹھہرایا جائے۔

میں یہ دکھانے کے لئے کہ پاکستان میں شرعی قانون کا نفاذ کیوں اور کس طرح پہلے ہی ناکام ہو چکا ہے ایک مثال کا حوالہ بتا دیتا ہوں۔ جنرل ضیاء الحق آنجہانی کے دور حکومت میں مسلم شرعی عدالتوں کا قیام بھی عمل میں لایا گیا اور اس بات کو پولیس کی مرضی اور صوابدید پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ کسی ملزم کو الزام عائد کرنے کے بعد اس کا چالان شریعت کورٹ میں بھجوائے یا عام عدالت میں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ نتیجہ اس کا کیا برآمد ہوا؟ ہوا یہ کہ بمشکل ہی کسی مقدمہ کے مسلم

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

SUPPLIERS OF ALL
CROCKERY, CUTLERY AND
DISPOSABLE CROCKERY FOR
WEDDINGS, PARTIES AND
OTHER SOCIAL FUNCTIONS
ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

شریعت میں پیش ہونے کی نوبت آئی کیونکہ پولیس نے رشوت کا بھاؤ چڑھا دیا۔ اس نے ملزموں کو یہ ڈراوا دینا شروع کر دیا کہ اگر انہوں نے عام ریٹ سے دوگنا رشوت نہ دی تو ان کا مقدمہ شریعت کورٹ میں بھیج دیا جائے گا۔ دیکھا آپ نے شرعی عدالتوں کا قیام کس صورت حال پر منتج ہوا۔ آپ یہ جان کر حیران ہونگے کہ ہزاروں مقدمات میں سے بمشکل دو یا تین مقدمات شرعی عدالتوں میں زیر سماعت آئے اور وہ بھی زیادہ تر اس لئے کہ ایسا سیاسی دباؤ کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ بعض سیاسی جماعتیں اپنے مخالفوں کو شرعی عدالتوں سے سزائیں دلوانا چاہتی تھیں ۔ ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ ایسے مقدمات کو شرعی عدالتیں ہی نپٹائیں۔ سو یہ ہے زندگی کی ایک عملی حقیقت۔ ہم اسے کیسے بدل سکتے ہیں؟

سوال :۔ ...... انبیاء کی بعثت کے ساتھ ساتھ شریعت کے قوانین کیوں تبدیل ہوتے رہے ؟

جواب :۔ اس ضمن میں پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ شریعت کے قوانین میں تبدیلی کے عمل کو عمومیت کا رنگ دینا اور اسے سنت مستمرہ کے طور پر پیش کرنا ایک ناروا جسارت کے مترادف ہوگا۔ تاریخ مذاہب کے مطالعہ سے یہ بات از خود عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ سمجھنا درست نہیں کہ ہر نبی اپنے سے پہلے نبی پر نازل ہونے والی شریعت کو تبدیل کرنے کے پیش نظر ہی مبعوث ہوتا رہا۔ اکثر انبیاء کے آنے کی غرض یہ تھی کہ وہ پہلے سے نازل شدہ شریعت کے لئے تقویت کا موجب ہو کر اسے عملی طور پر از سر نو بحال کریں۔ وہ شریعت کو بدلنے کے لئے نہیں آئے تھے۔ مثال کے طور پر آپ یہودیت کا مطالعہ کریں تو آپ یہ جان کر حیران رہ جائیں گے کہ مسیح علیہ السلام کے زمانے تک نہ تو کوئی نئی شریعت نازل ہوئی اور نہ کسی نوع کے نئے قوانین کا نفاذ عمل میں آیا۔ ہاں ایسا ضرور ہوتا رہا کہ لوگ شرعی قوانین کو از خود اپنی مرضی کے مطابق بدلتے رہے۔ بنی اسرائیل میں انبیاء اس غرض سے مبعوث ہوئے اور ہوتے رہے کہ پہلے سے موجود شرعی قوانین کو بحال کریں اور لوگوں کو ان پر عمل پیرا کرائیں۔ وہ شرعی قوانین کی اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی نئی توجیہات پیش کرتے رہے۔ پس دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے مطالعہ سے مذہب کی عمومی تاریخ کا جو نقشہ ابھرتا ہے وہ سوال کرنے والے صاحب کے مفروضہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ وہ بالکل مختلف کوائف و احوال کا عکاس نظر آتا ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل کے علاوہ چین سے مبعوث ہونے والے مصلحین کے احوال سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ وہاں خدا کی طرف سے تاؤ (Tao) ایک تعلیم لے کر آئے۔ ان کے بعد آنے والے کنفیوشس نے اس تعلیم کا ایک شعشہ بھی تبدیل نہیں کیا۔ بعینہ وہی تعلیم تھی جسے نئے آنے والے نے زیادہ زور اور قوت کے ساتھ پیش کر کے لوگوں کو اس کی تعبیرات و توجیہات سے آگاہ کیا۔

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

تاہم میں اس امر سے اتفاق کرتا ہوں کہ قرآن مجید نے حتمی طور پر اس امر کا ذکر کیا ہے کہ بعض قوانین میں تبدیلی بھی رونما ہوتی ہے۔ لیکن اس ضمن میں دیکھنے والی بات یہ ہے کہ آیا وہ تبدیلی بنیادی نوعیت کی ہوتی ہے یا فروعی نوعیت کی؟ اور یہ کہ وہ تبدیلی کس طرح رونما ہوتی ہے؟ نیز یہ کہ ایک دفعہ تبدیلی کے بعد ان میں مزید تبدیلیوں کی ضرورت بھی پیش آتی ہے یا نہیں؟ یہ سب بہت اہم سوال ہیں اور اپنی اہمیت کے پیش نظر اس امر کے متقاضی ہیں کہ میں ان کا بھی جواب دوں۔ سو اس ضمن میں میں شرعی قوانین میں منجانب اللہ تبدیلی کی تین مثالیں پیش کرتا ہوں۔ بالآخر یہ تبدیلیاں اسلام کے آخری اور حتمی پیغام و احکام پر منتج ہوئیں۔

پہلے میں یہودیت کی مثال لیتا ہوں۔ فراعنہ مصر کی طرف سے زمانہ دراز تک جاری رہنے والے ظلم و ستم اور بے پناہ استبداد کے زیر اثر بنی اسرائیل رفتہ رفتہ دلیری و شجاعت اور مقابلہ و مقاومت کے اوصاف سے عاری ہو گئے تھے۔ حق پر ہونے اور صداقت کے علمبردار ہونے کے باوجود ان میں ان اوصاف سے کام لینے اور عندالضرورت ان کا مظاہرہ کرنے کی ہمت ہی باقی نہ رہی تھی۔ زمانہ طویل تک ان کی انا کو اس قدر کچلا گیا تھا کہ ظلم و زیادتی کا جائز بدلہ لینے کا خیال بھی ان کے دل میں نہ آتا تھا۔ ہندوستان میں کشمیریوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا رہا۔ ان کے خلاف جب ظلم روا رکھا جاتا تھا تو وہ اپنی کمزوری چھپانے کی غرض سے کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم اپنے دشمن کو معاف کر دیتے ہیں۔ یہ معافی طاقتور دشمن کے لئے ہوتی تھی نہ کہ کمزور دشمن کے لئے۔ جب ایسی ناگفتہ بہ حالت پیدا ہو جائے تو صورت احوال کی اصلاح کے پیش نظر قانون میں عارضی نوعیت کی تبدیلی ضروری ہو جایا کرتی ہے۔ ایسی ہی تبدیلی اس وقت رونما ہوئی جب موسوی شریعت میں بدلہ لینے کی اہمیت پر زور دیا گیا۔ اسی لئے دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ کی تعلیم دی گئی اور اس شدت سے دی گئی کہ کسی حال میں بھی معافی کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ اس قانون پر لمبے عرصہ تک عمل ہوتا رہا۔

پھر حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائے۔ بدلہ لینے کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دینے کی وجہ سے اس وقت تک یہودی معافی کے مفہوم سے بکلی نا آشنا ہو چکے تھے۔ شیکسپیئر نے ایک ڈرامہ میں شائی لاک نامی یہودی کا جو کردار پیش کیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس بارہ میں یہودی کس انتہا کو پہنچے ہوئے تھے ۔ اگر مسیح علیہ السلام بھی بدلہ لینے کی تعلیم پر زور دیتے تو یہودی جو پہلے ہی سنگدل ہو چکے تھے بدلہ لینے میں اور زیادہ شدت پر اتر آتے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان سے بدلہ لینے کا حق واپس لے لیا۔ ظاہر ہے ایسی ہدایت مستقل نوعیت کی نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسے حالات کے رونما ہونے پر اوپری نوعیت کے سطحی احکام نازل کئے جاتے ہیں لیکن ایسے احکام وقتی اور عارضی ہوتے ہیں۔ وہ ایک محدود زمانے تک ہی مؤثر رہتے ہیں بعد میں ان کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد قرآن مجید نازل ہوا۔ اس بارہ میں قرآن نے جو تعلیم دی وہ اس کی اس آیت میں مذکور ہے:

"جزاء سیئة سیئة مثلها ○ فمن عفا و اصلح فاجره علی اللہ ○"

(الشوریٰ : ۴۱)

مفہوم اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ کوئی شخص تمہارے ساتھ ظلم روا رکھے اور زیادتی سے پیش آئے تو تمہیں بدلہ لینے کا حق حاصل ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ جتنی زیادتی کی گئی ہے بدلہ لینے میں تمہیں اس سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ ہے اس ضمن میں پہلا یا محض ایک اصول۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ تم معاف بھی کر سکتے ہو لیکن تمہارا معاف کرنا ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ تم صرف اس صورت میں معاف کر سکتے ہو جب معاف کر دینے میں تمہیں اصلاح کا امکان نظر آئے۔ بر خلاف اس کے اگر معافی کے نتیجہ میں اعادہ جرم کا مزید امکان ہو تو پھر تمہیں معاف کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ ہے قرآنی تعلیم جو جرم و سزا کے ارتقائی مراحل کے انتہائی درجہ کمال کی آئینہ دار ہے۔ میں اپنے عالمگیر سفروں کے دوران بہائی دوستوں اور دنیا کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے سکالرز سے اس موضوع پر تبادلہ خیالات کرتا رہا ہوں اور ان سے کہتا رہا ہوں کہ وہ زمانہ جدید کے تقاضوں کے پیش نظر قرآنی تعلیم میں ردوبدل کی گنجائش نکال کر دکھائیں۔ آج تک کوئی ایسا شخص مجھے نہیں ملا جو اس حتمی اور اٹل قانون میں کسی نوع کی تبدیلی تجویز کر سکا ہو ۔ پس اگر قوانین محکم اور ابلغ ہوں، ان میں لچک بھی پائی جاتی ہو اور وہ بنیادی طور پر انسانی فطرت کے ساتھ پوری طرح مربوط بھی ہوں تو عقل سلیم کے نزدیک ان میں رد و بدل کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

میں پھر کہوں گا کہ اہم ہونے کے باوجود یہ بحث اصل موضوع سے کسی قدر ہٹی ہوئی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس بارہ میں میں نے جو کچھ عرض کیا ہے فی الوقت وہی کافی ہے۔ اب ہم دوسرے دوستوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وہ بھی اگر کوئی سوال کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں۔

سوال :۔ براہ کرم واضح فرمائیے کہ شریعت اور دین میں کیا فرق ہے؟

جواب :۔ "دین" کا لفظ استعمال ہوتا ہے کسی فلاسفی یعنی پر حکمت نظریئے یا کسی مسلک کے لئے۔ نیز عمل و کردار کے اس ضابطہ کے لئے بھی یہ بولا جاتا ہے جسے آپ اپنے لئے اختیار کرنا پسند کریں۔ مثال کے طور پر بعض مسلمان علماء کے نزدیک بت پرستوں یا مشرکوں کا کوئی دین نہیں تھا۔ اس نظریہ کو کہ ان مشرکوں کا بھی کوئی دین تھا وہ حد درجہ قابل نفرین گردانتے ہیں لیکن قرآن مجید نے ان کے مشرکانہ مسلک کے لئے دین ہی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہ خود مشرکوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

"لکم دینکم ولی دین"

(الکافرون : ۷)

اسی طرح جب قرآن یہ کہتا ہے کہ:

"لا اکراہ فی الدین"

(البقرہ : ۲۵۷)

تو اس میں "دین" کا لفظ عمل و کردار کے ہر اس ضابطہ پر حاوی ہے جسے لوگ اختیار کرتے اور اس کے مطابق زندگی گزارتے ہیں ۔ دین صرف خدا کی ہستی پر ایمان لانے کا نام نہیں ہے۔ خدا کی ہستی کا انکار بھی ایک جداگانہ دین کہلا سکتا ہے۔

بر خلاف اس کے شریعت کی بنیاد ہستی باری تعالیٰ کے عقیدے پر ہوتی ہے۔ پس شریعت مبنی ہوتی ہے اس بات پر کہ :

(الف) خدا ہے۔

(ب) خدا اس بارہ میں اپنی مرضیات منکشف فرماتا ہے کہ انسان اپنے مستقبل یعنی اپنی تقدیر کو کس طرح سنوارے۔

(ج) جب خدا کی مرضی کو بعض قواعد و ضوابط یا قوانین کی شکل میں واضح کیا جاتا ہے تو وہ قواعد و ضوابط اور قوانین شریعت کہلاتے ہیں۔

شریعت کا لفظ اسلام کے بیان فرمودہ قوانین کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر مذہب کی اپنی ایک شریعت ہے۔

اس ضمن میں اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شریعت پر اس امر کے باوجود بھی عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے کہ اسے (یعنی شریعت کو) باقاعدہ ملکی قانون کا جزو تسلیم نہ کیا گیا ہو میں اس بارہ میں اپنی جماعت کو بطور مثال پیش کر سکتا ہوں۔ ہمارے نزدیک ایسی صورت میں بھی شریعت پر عمل پیرا ہونا ہرگز ناممکن نہیں ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا کا قریباً ہر ملک اپنے ہاں کی ہر جماعت یا سوسائٹی کے ممبران کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے باہمی تنازعات ثالثی کے ذریعہ طے کر سکتے ہیں۔ میرے علم کے مطابق دنیا کے اکثر ممالک میں از روئے قانون ثالثی کا اس درجہ احترام کیا جاتا ہے کہ اگر کسی تنازعہ کے فریقین ثالثی کے فیصلہ کو من و عن تسلیم کرنے کی دستاویز پر دستخط کر دیں تو ملک کی اعلیٰ ترین عدالت بھی ثالثی کے فیصلہ کو کالعدم نہیں کیا کرتی۔

ہم نے جماعت احمدیہ میں قضاء بورڈ کا قیام عمل میں لا کر تنازعات کا فیصلہ کرنے کے لئے قاضی مقرر کر رکھے ہیں جو احمدی افراد اپنے باہمی تنازعات یا اختلافات ملک میں مروج عام قوانین کے ذریعہ طے کرانا نہیں چاہتے وہ انہیں جماعت کے قضائی نظام کے پاس لے آتے ہیں۔ وہاں تنازعہ کے دونوں فریق ایک اقرار نامہ پر دستخط کرتے ہیں۔ مفہوم اس اقرار نامہ کا یہ ہوتا ہے کہ ہم بلا جبر و اکراہ اپنی مرضی سے یہ چاہتے ہیں کہ جماعت کا قضائی نظام قرآنی قانون کی روشنی میں ہمارے تنازعہ کا فیصلہ کر دے اور یہ کہ ہم اس فیصلہ کو دل سے قبول کر کے اس کی پوری پوری پابندی کریں گے ۔ ایسے مقدمات میں کسی حکومت نے نہ کبھی مداخلت کی ہے اور نہ کبھی رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے ۔ چنانچہ ہمارا قضائی نظام بڑی خوش اسلوبی سے چل رہا ہے۔

اسی طرح جہاں تک عبادت کا تعلق ہے اس کا سلسلہ ہر ملک میں جاری و ساری ہے۔ ہر انسان خواہ اس کا تعلق کسی بھی ملک و قوم اور نسل سے ہو آزاد ہے کہ وہ جس طریق پر چاہے خدا کی عبادت کرے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

خطبہ جمعہ

محمدؐ رسول اللہ کے خلق لے کر چلیں تو فتح آپ کے قدم چومے گی۔
تمام دنیا کی فتح کا راز حسن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۲ دسمبر ۱۹۹۴ء مطابق ۲ فتح ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾ .

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۴﴾ (الحجرات: ۱۴)

اسلامی معاشرہ کی جو تصویر قرآن کریم نے مختلف مقامات پر کھینچی ہے اور جس پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے واضح عمل کر کے دکھا دیا۔ اس میں جو سب سے نمایاں قابل ذکر بات ہے وہ یہ ہے کہ تمام قسم کے کینوں اور بغضوں کو اس سوسائٹی سے الگ کر کے پھینک دیا گیا اور ہر طرح سے ان کے نفوس کو گویا آسمان کے پاک پانی سے دھو کر صاف کر دیا گیا اور پھر اس کی جگہ وہ پاکیزہ پودے لگائے گئے جن کا نام تقویٰ ہے اور جب تک پہلے یہ صفائی نہ ہو اس وقت تک تقویٰ کا پودا دلوں کی سرزمین پر لگ ہی نہیں سکتا۔ یہی مضمون ہے جو قرآن کریم نے مختلف صورتوں میں بیان فرمایا، مختلف شکلوں میں ہمارے سامنے کھولا۔ اور یہ جو ایک دوسرے پر فضیلت کے دعوے کرنا ہے، ایک دوسرے پر اپنی قومی برتری ثابت کرنا اور دوسرے کو حقیر دیکھنا ہے یہ بھی وہی رجحانات ہیں جو تقویٰ کی جڑوں کے لئے زہریلے ثابت ہوتے ہیں اور اس ماحول میں تقویٰ پل نہیں سکتا۔

اسی لئے قرآن کریم کی جو آیت میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے اس میں بالآخر اس مضمون کی کھل کر وضاحت فرمائی گئی ہے۔ فرمایا، اے لوگو یقیناً ہم نے تمہیں "ذکر" اور "انثیٰ" یعنی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ یہاں دیکھیں قرآن کی فصاحت و بلاغت ہے کہ مسلمانوں کو یا مومنوں کو مخاطب نہیں فرمایا بلکہ تمام بنی نوع انسان کو مخاطب فرمایا ہے کیونکہ دراصل اس آیت کا منطوق یہ ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں میں بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس لئے ان کی مشترک تاریخ، ان کے مشترک پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے ماں باپ سب کے مرد اور عورت ہی ہیں اور اس پہلو سے تمہارے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔

"وجعلنٰکم شعوباً و قبائل لتعارفوا" ہم نے جو تمہیں قبیلوں اور گروہوں میں بانٹا ہے تو تمہارے دلوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے نہیں بلکہ ایک دوسرے کی شناخت کی خاطر۔ یہ شناخت کا جو مفہوم ہے یہ ناموں سے خوب کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ ہم جب نام رکھتے ہیں یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، تو یہ مقصد تو نہیں ہوتا کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت دی جائے یا ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا جائے۔ مقصد صرف یہی ہے کہ پہچان ہو۔ تو جس طرح انفرادی پہچان میں انفرادی نام کام آتے ہیں اسی طرح نسبتاً وسیع پہچان کے لئے قبائل اور بعض گروہی تشخصات کے پیش نظر ہم پہچان لیتے ہیں کہ فلاں قوم فلاں قسم کی ہے، فلاں جگہ سے تعلق رکھتی ہے۔ فلاں شخص فلاں قوم سے تعلق رکھتا ہے تو تعارف اور تعیین میں آسانی ہو جاتی ہے۔

"ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم" جہاں تک عزت کا تعلق ہے یاد رکھو ان چیزوں کا، ان تقسیموں کا عزت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ "ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم" تم میں سب سے معزز خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اور اللہ کی نظر میں جو اچھا ہے وہی حقیقت میں اچھا ہے باقی دنیا کی نظر میں تو بڑے بڑے گندے بھی اچھے بن جایا کرتے ہیں اور ان کے اچھا کہلانے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ "ان اللہ علیم خبیر" اور اللہ ہی ہے جو تقویٰ کی پہچان رکھتا ہے کیونکہ انسان تو علیم و خبیر نہیں ہے اس لئے ہر شخص اپنے تقویٰ کے معاملہ میں اپنے خدا کی نظر میں ہے اس بات کا خیال کرو اور وہی ہے جو تمہیں متقی قرار دے تو تم متقی ہو گے ورنہ نہیں۔

اس تعلق میں میں وہ احادیث پیش کر رہا تھا جس میں بعض معاشرے کی خرابیوں کی وجہ سے بھائی بھائی سے کٹ جاتا ہے، بہن بہن کے خلاف ہو جاتی ہے، رشتوں میں رخنے ڈالے جاتے ہیں۔ بہو اور ساس کے جھگڑے، ساس اور بہو کے وغیرہ وغیرہ۔ اور سارا معاشرہ نفرتوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اس معاشرے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کی اصلاح کی جتنی بھی کوشش کی جائے وہ اس لئے کم دکھائی دیتی ہے کہ ہر ایسے خطبات کے دور کے بعد جب میں نے اپنی طرف سے اس مضمون کو خوب کھول کر بیان کیا پھر بھی شکایتیں جاری رہیں۔ یہ درست ہے کہ بعض جگہ سے بہت ہی خوشکن باتیں بھی سامنے آئیں۔ بعض مردوں نے اپنی دیرینہ عادت کو تبدیل کر دیا اور اپنی بیویوں سے معافیاں مانگیں اور اس کے بعد ان کی بیویوں کے دعاؤں کے خطوط ملے کہ ہمارے خاوند میں تو ایک عجیب پاک تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ بعض بہوؤں نے اپنی ساسوں کو دعائیں دیں کہ پہلے میری زندگی اجیرن تھی اب تو میں بیٹی کی طرح رہتی ہوں۔ تو یہ واقعات ہوتے رہتے ہیں جن سے حوصلہ بڑھتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے "فذکر ان نفعت الذکریٰ" تو نصیحت کر، کرتا چلا جا کیونکہ نصیحت فائدہ ضرور پہنچاتی ہے مگر یہ کہنا کہ ان بد عادات کی بیخ کنی ہو چکی ہے، جڑوں سے اکھڑ گئی ہیں یہ درست نہیں ہیں۔ یہ تو ایک دائمی جنگ ہے جو خدا کے بندوں اور شیطان کے بندوں کے درمیان چلنی ہی چلنی ہے اور بندے تو بظاہر سب خدا کے ہیں لیکن کچھ "عبدالطاغوت" قرآن کے بیان کے مطابق وہ اپنے آپ کو خود شیطان کا بندہ بنا لیتے ہیں۔ پس اس پہلو سے یہ لڑائی جاری ہے اور ہمیں کوشش یہ کرنی ہے کہ خدا کے بندے اس حد تک غالب آجائیں اور غالب رہیں کہ ان کا حسن ہی معاشرے کی پہچان بن جائے ان چند آدمیوں کی بدی معاشرے کی پہچان نہ ہو جو ہر معاشرے میں بد انسانوں کے طور پر پائے جاتے ہیں استثناء حسن نہ ہو استثناء بد صورتی بن جائے۔

یہ وہ جہاد ہے جس میں ہمیں ہمیشہ مستقلاً اپنی طاقتوں کو اپنی تمام تر طاقتوں کو جھونکے رکھنا ہے اور یہ جہاد کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن جوں جوں اس جہاد میں ہم آگے بڑھتے ہیں بیدار مغزی سے ان چیزوں کا خیال کرتے ہیں رفتہ رفتہ اور علاقوں کو اور جگہوں کو زرخیز بناتے چلے جاتے ہیں اور حسین بناتے چلے جاتے ہیں۔ پس یہ محنت ہے جس سے تھکنا نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم آخری دم تک تھکے بغیر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیرت کو اپنی سیرت بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

جہاں تک چغلی کا تعلق ہے اور اس سے ملتے جلتے عیوب کا تعلق ہے ان میں بنیادی بات وہی احساس کمتری ہے جو میں نے پہلے بیان کی تھی۔ اپنے بھائی کی کسی خوبی کو برداشت نہ کر سکنا اور اپنے احساس کمتری کا بدلہ اس طرح پر لینا کہ اس کی خوبی کو بدی بنا کر دکھایا جائے یا بدیوں کی تلاش کی جائے اور انہیں باہر نکال کر اچھالا جائے تاکہ لوگوں کی نظر میں جو اس کی عزت ہے وہ جاتی رہے۔ اس قسم کی تمام قبیح حرکتیں قرآن کریم نے کلیۃً منع فرمائی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس مضمون کو ہمارے سامنے مختلف رنگ میں کھولا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ: صَعِدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمِنبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَفِيعٍ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِه وَلَمْ يُفْضِ الاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِه لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهُ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ. (ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء في تعظيم المؤمن)

(ترمذی ابواب البر والصلۃ)

ترمذی ابواب الصلۃ سے یہ حدیث لی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہو کر بڑی پر شوکت اور بلند آواز سے فرمایا کہ اے لوگو! تم میں سے بعض بظاہر مسلمان ہیں لیکن ان کے دلوں میں ابھی ایمان راسخ نہیں ہوا۔ انہیں میں متنبہ کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو طعن و تشنیع کے ذریعے تکلیف نہ دیں یعنی وہ جو اپنی زبان اپنے بھائیوں پر دراز کرتا ہے اور طعنے دے کر ان کو تکلیف دیتا ہے ان کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے بڑے جلال کے ساتھ، بڑی پر شوکت آواز میں فرمایا کہ میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں فرمایا وہ مسلمانوں کو اپنے طعن و تشنیع سے تکلیف نہ دیں۔ نہ ان کے عیبوں کا کھوج لگاتے پھریں ورنہ یاد رکھیں کہ جو شخص کسی کے عیب کی جستجو میں ہوتا ہے اللہ اس کے اندر عیوب کو لوگوں پر ظاہر کر کے اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

پس اس س زیادہ خوفناک اور کیا سزا انسان کو مل سکتی ہے کہ آپ اپنے بھائی کے عیبوں کی تلاش میں ہوں اور اللہ جو آپ کے عیوب کو جانتا ہے وہ اپنی ستاری کا پردہ اٹھا لے اور آپ دنیا کے سامنے ننگے ہو جائیں۔ پس ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی ستاری چاہتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے بھائی سے ستاری سے کام لے کجا یہ کہ پردے اٹھا اٹھا کر جھانکے۔

اسلام صرف مسلمانوں میں بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کے لئے آیا ہے

ستاری کا مفہوم تو یہ ہے کہ ہم ننگے ہیں اور اللہ کی نظر میں ہمارے سب عیوب ہیں اس کے باوجود ہمیں ڈھانپتا ہے جیسے سردیوں کی راتوں میں بعض مائیں اپنے بچوں کو اٹھ اٹھ کر ڈھانپتی ہیں۔ کہیں سے بدن باہر نکلا ہو تو اس خطرے سے کہ اس کو تکلیف نہ پہنچے یعنی ہر قسم کے جراثیم فضاؤں میں ہیں۔ ٹھنڈ کے وقت حملہ کر دیتے ہیں تو ان سے ڈھانپنے کے لئے مائیں بعض دفعہ بے چین ہو ہو کر راتوں کو اٹھتی ہیں، تشویش کی وجہ سے اٹھتی ہیں اور اکثر بچوں کے اوپر سے کپڑے اترے ہوئے ہوتے ہیں۔

انسان تو ایسا ننگا ہے کہ اس کی کہانی کا آغاز ہی ننگ سے ہوا ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ ننگا ہو گیا تھا اور پھر مغفرت کے لئے اپنے تن ڈھانپنے کے لئے جنت کے پتے ڈھونڈتا رہا ان سے اپنے تن کو ڈھانپنے کی کوشش کرتا رہا اور اللہ نے اسے سمجھایا کہ کیسے تن کو ڈھانپا جاتا ہے اور وہ مغفرت کی دعائیں سکھائیں جن کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس کی عورہ کو ڈھانپ لیا اس کے ننگ کو ڈھانپ لیا۔ ہم تو وہ انسان ہیں جن کی کہانی کا آغاز ہی ننگ سے ہوا ہے اس لئے کوئی یہ کہے کہ آدم تو ننگا تھا میں ننگا نہیں ہوں ۔ آدم کے عیوب تو چھپے ہوئے نہیں تھے میرے عیوب چھپے ہوئے ہیں اور میرے قبضے میں ہیں وہ شخص بڑا ہی جاہل ہو گا اور جو ننگ کا فلسفہ ہے اس سے کلیۃً ناواقف ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ننگ کا فلسفہ یہ ہے کہ ہر انسان ننگا ہے سوائے اس کے کہ اللہ اس پر ستاری کی چادر ڈالے اور جب آپ کسی کے عیوب کو تلاش کرتے ہیں تو خدا کی مخالفت کرتے ہیں۔ خدا نے جو ستاری کی چادر ڈالی ہوئی ہے اسے اٹھا اٹھا کے جھانکتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ برداشت نہیں کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خبر دیتے ہیں کہ پھر اللہ اپنی چادر اس سے کھینچ لیتا ہے اور خدا کی معرفت اور اس کی ستاری کی چادر نہ ہو تو ہر انسان ہے ہی ننگا، عیوب سے بھرا پڑا ہے تو اس سے زیادہ اور کس طریق سے وضاحت کے ساتھ اور بڑے دردناک طریق پر لوگوں کو عیوب کی تلاش سے منع کیا جا سکتا تھا۔

اس حدیث کے سننے کے بعد، اس پر غور کرنے کے بعد انسان تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اپنے بھائی کے عیوب کی تلاش میں رہے اور پھر تلاش کے بعد ان کے پردہ دری کرے۔ ان کو دنیا کے سامنے اس لئے ظاہر کرے کہ وہ اسے ذلیل اور رسوا سمجھیں ۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں کہ خدا تو ایسا ہے جو وہ ظاہر کر دے تو کوئی چیز پھر اس کو چھپا نہیں سکے گی۔

پھر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک اور موقع پر فرمایا اور یہ بھی ترمذی کتاب البر والصلہ سے روایت لی گئی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ طعنہ زنی کرنے والا، دوسروں پر لعنت کرنے والا اور فحش حرکتیں کرنے والا، جو معیوب، ناپسندیدہ، بے ہودہ حرکتیں ہوں اور زبان کا گندا، بدکلام، بدگو، یاوہ گوئی کرنے والا ان میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہے۔ "لیس بمومن" پس مومن کی تعریف سے یہ ساری چیزیں نکال کے اس طرح باہر کر دی گئی ہیں کہ جس میں یہ موجود ہوں وہ مومن کی تعریف میں داخل ہی نہیں ہوتا بیک وقت یہ دونوں چیزیں اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ تو ہر شخص جو مومن کہلانے کا دعویدار ہے مومن بننے کی تمنا رکھتا ہے اسے معلوم تو ہونا چاہئے کہ وہ کون سی باتیں ہیں جو اس کے ایمان کو باطل کر دیں گی۔

ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا (اور یہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے) "اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا تو انسان کو نظر آتا ہے لیکن اپنی آنکھ میں پڑا ہوا شہتیر وہ بھول جاتا ہے"۔ اب یہ جو محاورہ ہے کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آ جانا اور اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہ آنا، یہ اصل میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کا فرمودہ محاورہ ہے۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ اپنی آنکھ میں اگر ذرہ سا بھی تنکا یا تنکے کا ایک حصہ بھی ہو جو اسے تکلیف دیتا ہو تو وہ انسان کو نمایاں ہو کر دکھائی دیتا ہے یوں لگتا ہے جیسے شہتیر داخل ہو گیا ہے اور دوسرے کی آنکھ میں جو تکلیف دینے والی چیزیں ہیں وہ اس کو دکھائی نہیں دیتیں۔ یہاں شہتیر اور تنکے کی مثال میں یہ فرق ہے یعنی عام روزمرہ کے انسانی تجربے سے یہ فرق ہے کہ یہاں اپنی آنکھ کے تنکے سے مراد وہ برائی ہے جو موجود ہے اور وہاں موجود ہے جہاں دکھائی دینی چاہئے، وہ تمہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اب آنکھ سے زیادہ اور کون سی جگہ ہے جہاں برائی کا علم ہو جانا چاہئے، جہاں معمولی سا ایک ذرہ بھی داخل ہو جائے تو آپ کو پتہ لگ جاتا ہے کہ کوئی غیر چیز آ گئی ہے اور آنکھ جو دیکھنے کے لئے بنائی گئی ہے اسے اپنے اندر موجود اپنی برائیاں دکھائی نہیں دیتیں اور دوسرے کی آنکھ میں معمولی سا بھی نقص ہو کوئی برائی کوئی ذرہ بھی پایا جائے تو اتنا بڑا ہو کے دکھائی دیتا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا جیسے الجزعۃ ہو۔ جزعہ کھجور کے اس تنے کو کہتے ہیں جسے کاٹ کر شہتیر میں تبدیل کیا گیا ہو۔ درست کر دیا گیا ہو یا چورس بنا دیا گیا ہو اس کو "جزعہ" کہتے ہیں تو فرمایا کہ وہ تو اس کو شہتیر کی طرح دیکھتا ہے۔

یہ مثال اتنی سی کافی ہے اس کے آگے کسی نصیحت کی ضرورت نہیں یہ ایک رجحان کو بتاتی ہے اور اس رجحان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔ عربی شاعر نے اسی مضمون کو یوں بیان کیا ہے ۔

و عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ
کما ان عین السخط تبدی المساویا

کہ انسان بھی کیسا جاہل ہے کہ وہ آنکھ تو وہی ہے لیکن جب محبت کی نظر سے دیکھتا ہے تو ہر برائی نظر سے غائب ہو جاتی ہے۔ اور جب نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو جو برائی نہ بھی ہو وہ بھی دکھائی دینے لگتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہاں مضمون جھوٹ کا نہیں چل رہا بلکہ توازن کے بگاڑ کا مضمون ہے۔ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی برائی تو ہوتی ہی ہے تو مراد یہ نہیں ہے کہ یہاں ان لوگوں کی بحث نہیں جو افتراء کرتے ہیں۔ وہ مضمون ہی الگ ہے فرمایا دیکھ لیتے ہیں یعنی مومنوں سے جو مومن کہلاتے ہیں اتنی تو توقع ہے کہ بالکل بے پر کی نہیں اڑاتے۔ چھوٹا سا پر دکھائی دیتا ہے تو اس سے کووں کی ڈار بنا دیتے ہیں اور جب یوں کرتے ہیں تو مومن نہیں رہتے۔ اس لئے تب انسانی نفسیاتی رجحانات کا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہوئے ان سے پردے اٹھاتے ہیں۔ یعنی ان باتوں سے پردہ اٹھاتے ہیں جن سے پردہ اٹھایا جائے تو ہمارے ننگ ڈھانکے جائیں گے اور یہ پردہ اٹھانا رحمت کا نشان ہے۔ ان جگہوں سے پردہ اٹھاتے ہیں جہاں ہمارا امن ہے اور جہاں شر ہے وہاں پردے ڈھانپتے ہیں۔ یہ ہیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جنہوں نے اس اس طریقے سے اپنی امت کو سمجھایا ہے کہ خدا گواہ ہے کبھی کسی نبی نے بلکہ انبیاء نے مل کر بھی اپنی امتوں کے لئے ایسی محنت نہیں کی۔ اس باریک نظر سے دکھائیں تو سہی کون نبی ہے جس نے باریکیوں میں اتر کے، ایسے مقامات تک پہنچ کر جو انسان کو خود اپنی آنکھ سے، اپنے اندر دکھائی نہیں دیتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دیکھا اور ان پر انگلی رکھی اور بتایا یہ جگہیں ہیں جو تمہاری دکھتی ہوئی رگیں ہیں ان کو ٹھیک کرو۔

ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی ستاری چاہتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے بھائی سے ستاری سے کام لے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ ابو داؤد سے کتاب الادب سے لی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج ہوا تو میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔

اب یہ جو حدیث ہے اور اس قسم کی اس مضمون کی اور حدیثیں ہیں ضمناً ہمیں یہ بھی بتا رہی ہیں کہ معراج روحانی تھا اور جسمانی معراج نہیں تھا ورنہ نعوذ باللہ من ذالک وہ لوگ جو جسمانی معراج پر زور دیتے ہیں وہ یہ کہیں گے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے جسم سمیت جہنم کی سیر پر گئے تھے۔ اب یہ ایسا خبیثانہ تصور ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی مومن اس تصور کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اور پھر بھی آنکھیں بند کر کے ان حدیثوں سے گزر جاتے ہیں۔ وہ کشف تھا، ایک عظیم روحانی کشف تھا جس میں جہنم کے بھی نظارے دکھائے گئے، جنت کے بھی نظارے دکھائے گئے، اور تمام امت سے تعلق رکھنے والے

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

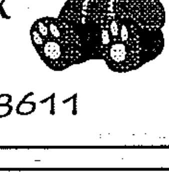

فوائد کے امور پر بھی آپ کو مطلع فرمایا گیا اور نقصان کے امور پر بھی آپ کو مطلع فرمایا گیا۔

پس فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں دیکھا ایک ایسی قوم کے پاس سے میرا گزر ہوا جس کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون ہیں۔ تو انہوں نے بتایا کہ یہ لوگوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھایا کرتے تھے یعنی ان کی عزت اور آبرو سے کھیلتے تھے، ان کی غیبت کرتے تھے اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پس جس گناہ کی ایسی بڑی سزا ہو اور وہ ایسا گناہ نہیں ہے جس کے اوپر انسان کی فطرت مجبور ہوئی بیٹھی ہے یا وقت کے جوش کا ایک تقاضا ہے جس کے ابتلا میں پھنس کر آپ یہ کام کر بیٹھیں۔ یہ تو ایسا بدبخت گناہ ہے جس کے چسکے بڑے آرام سے بے وجہ لئے جاتے ہیں۔ مجالس کو سنوارنے کے لئے اپنی طرف سے ایسی باتیں کی جاتی ہیں جن کے بغیر مجالس زیادہ بہتر ہوتی ہیں اور ایسے گناہ جو ہیں ان کے بعد ان کا بداثر ضرور پیدا ہوتا ہے۔ یہ رہ نہیں سکتا۔ چغلی کرنے والے بھی جب مجلسوں سے ہٹتے ہوں گے تو ان میں اگر کچھ بھی شرافت ہو تو ضرور ضمیر کا بوجھ پڑ جاتا ہو گا اور بعض پھر یہ سوچتے رہتے ہیں کہ ہم کہیں ایسی بات نہیں کر بیٹھے زیادہ کہ وہاں تک پہنچے اور پھر یہ مصیبت بن جائے اور پہلے سے ہی وہ اپنے ڈیفینس بنانے لگ جاتے ہیں کہ اگر یہ ہوا تو پھر ہم یہ جواب دیں گے۔ اور اگر وہ بات ہوئی تو یہ جواب دیا جائے گا اور تیاریاں کی ہوتی ہیں۔ مجھے اس طرح پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ جب پوچھا جاتا ہے آپ نے یہ بات کی تھی تو اچانک نہیں پہلے سے جواب تیار ہوتا ہے۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ اس شخص نے بات کرنے کے بعد سوچ لیا تھا کہ یہ بے وقوفی کچھ ہو گئی ہے جتنی کرنی تھی اس میں ذرا بے احتیاطی ہوئی ہے تو اپنا ڈیفینس تیار رکھا ہوا تھا۔ تو یہ ایسا گناہ ہے جس میں بہت سی قباحتیں، بہت سی مکروہ باتیں داخل ہیں اور صاف پتہ چل جاتا ہے کہ انسان جو اس گناہ میں ملوث ہے وہ بھی جانتا ہے کہ یہ صرف پھول نہیں ہیں اس میں کانٹے بھی ہیں لیکن جس کو پھول سمجھ رہا ہے وہ اصل میں کانٹے ہیں اور کانٹے وہ ضمیر کے کچوکے ہیں جو دراصل اسے پھول بنانے کی خاطر عطا کئے گئے ہیں تو سارا انظام ہی بگڑ گیا ہے اچھی چیز کو برا دیکھ رہے ہیں بری چیز کو اچھا دیکھ رہے ہیں اور بےہودہ حرکت ہے بالکل، بہت معاشرے میں اس سے نقصان پہنچتا ہے اور اگر یہ ساری باتیں نہ بھی ہوں تو صرف یہ ایک حدیث امت محمدیہ کو غیبت سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے۔

اپنے بھائی کی کسی خوبی کو برداشت نہ کر سکنا اور اپنے احساس کمتری کا بدلہ اس طرح لینا کہ اس کی خوبی کو بدی بنا کر دکھایا جائے یا بدیوں کی تلاش کی جائے اور انہیں باہر نکال کر اچھالا جائے تاکہ لوگوں کی نظر میں جو اس کی عزت ہے وہ جاتی رہے اس قسم کی تمام قبیح حرکتیں قرآن کریم نے کلیۃً منع فرمائی ہیں

وہ جو قرآن کریم نے فرمایا تھا کہ مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ گے اسی کی تائید میں یہ حدیث ہے، اسی کی تشریح میں، خدا کے نزدیک تمہارا یہ کرنا واقعۃً ایسا مکروہ ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اپنے کا کھایا جاتا ہے تو قیامت کے دن مرنے کے بعد تم اپنا گوشت نوچو گے تاکہ تمہیں پتہ لگے کہ یہ مزے تھے جو تم لوٹا کرتے تھے۔ وہ ظاہری گوشت تو نہیں ہو گا مگر روحانی معنے جو بھی ہیں، جس قسم کا بھی بدن ہو گا، اس کے ساتھ انسان سلوک وہی کرے گا جو اس میں بیان ہوا ہے۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: چغل خور جنت میں نہیں جا سکے گا "لایدخل الجنۃ نمام" کہ جو چغل خور ہے اس کے لئے جنت کے رستے بند ہو گئے ہیں۔ اب یہ کیسی جنت ہے جو ہم یہاں چغل خوری کے ذریعہ اپنے لئے بنا لیتے ہیں۔ جس پر آئندہ مرنے کے بعد کی جنت حرام ہو جاتی ہے۔ اتنی معمولی بات نہیں جتنا لوگ سمجھتے ہیں کہ چھوٹی سی برائی ہے کوئی بات نہیں۔ بعض دفعہ میرے سامنے بھی بعض عورتیں ایسی بات شروع کرتی ہیں تو میں ان کو سمجھاتا ہوں تو ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ ہلکا سا کہتی ہیں۔ نہیں جی فلاں سے یہ بات یوں ہو گئی تھی فلاں نے یہ کر دی ہے ہم تو یونہی بات کر رہے ہیں۔ وہ یونہی بات جو ہے وہ بہت بڑی بات ہے، بہت بری بات ہے، ایسی ہے جو تمہاری عاقبت کو تباہ کر سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ دو چھوٹے چھوٹے لوتھڑے ہی تو ہیں انہیں سے جنت بھی بن جاتی ہے اور جہنم بھی بن جاتی ہے۔ زبان کی ایک لغزش سے انسان جنت سے جہنم میں جا پڑتا ہے اور ایک موقع پر زبان سنبھل جائے تو وہی اس کی جہنم کو جنت بھی بنا سکتی ہے۔ تو بات کرنا تو ہوتا ہی زبان سے ہے مگر باتیں بڑی بھاری ہو جاتی ہیں۔ بعض باتیں اتنی تلخ ہو جاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ بات اگر سمندر میں ڈالی جائے تو سارے سمندر کا مزاج بگڑ جائے، سارا سمندر ناپاک ہو جائے۔ تو بات کو سنبھل کر کرنا اور اس پر نگرانی رکھنا بہت اہم امر ہے اور اس کے ساتھ معاشرہ بنتا بھی ہے اور بگڑتا بھی ہے۔

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دوسرے موقع پر فرمایا، وہ شخص جو زبان کا گندا ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے اس کا کوئی بھی تعلق ایمان سے نہیں ہے۔ فحش کلامی کرنے والا، بڑھیں مارنے والا، بےہودہ بکواس کرنے والا، اپنے بڑوں کے خلاف زبان دراز کرنے والا، یہ ساری جو صفات ہیں یہ اس ایک لفظ میں آ گئی ہیں جو اس حدیث میں بیان کیا گیا تھا۔ پس زبان کو سنبھال کر رکھنا بہت ہی اہم امر ہے۔

ایک اور حدیث میں بھی یہی روایت ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا، اور یہ ترمذی کتاب البر والصلہ سے لی گئی ہے، فرمایا، جو شخص بھی کسی کی بے چینی اور اس کے کرب کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کرب اور اس کی بے چینی کو دور کرے گا۔

اب یہ برعکس مضمون شروع ہو رہا ہے۔ جب آپ زبان طعن دراز کرتے ہیں، کسی کو تکلیف دیتے ہیں، کسی کو حقیر سمجھ کر، ذلیل کر کے، اس کے عیوب لوگوں کے سامنے کھول کر معاشرے میں بے چینی پھیلا دیتے ہیں، معاشرے کو کربناک کر دیتے ہیں اور اس کی سزا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ پھر اللہ تم سے وہ رحمت کی چادر اٹھا لے گا۔ جو اٹھ جائے تو پھر تم بھی بے چین ہو جاؤ گے، تم بھی کربناک ہو جاؤ گے۔ اب اس کے برعکس منظر پیش کیا گیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے ایک جہنم کا منظر ہے اس کے مقابل پر ایک جنت کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔

بات کو سنبھل کر کرنا اور اس پر نگرانی رکھنا بہت ہی اہم امر ہے اور اس کے ساتھ معاشرہ بنتا بھی ہے اور بگڑتا بھی ہے

فرمایا جو شخص بھی کسی کی بے چینی کو دور کرے گا اور جو شخص کسی تنگ دست کے لئے آسانی مہیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے لئے آسانی اور آرام کا سامان بہم پہنچائے گا اب یہاں دنیا اور آخرت کہہ کر دنیا کو جو نمایاں کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مال کی محبت انسان کو بہت سی نیک باتوں سے روک لیتی ہے، خطرہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں مال کم ہو جائے گا۔ اور اور ذریعوں سے بے چینی دور کرنے میں انسان کا خرچ کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا کہ میں نے یہ بے چینی دور کر دی تو میرا یہ کچھ کم ہو جائے گا۔ تو اس کے لئے تو جنت کی جزا کا ذکر کافی تھا مال خرچ کر کے کسی غریب کی مدد کرنے میں چونکہ یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ کہیں اس دنیا میں میرے اموال کم نہ ہوں تو اللہ نے اس کی بھی تسلی کروا دی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اللہ اس کے لئے آسانی اور آرام کے سامان مہیا فرمائے گا اس لئے خدا کی خاطر خدا کے بندوں پر کچھ خرچ کرنا کسی کمی پر منتج نہیں ہوتا۔ اس کے نتیجہ میں کوئی مالی نقصان اس دنیا میں بھی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتا ہے اور صدقات میں برکت رکھی گئی ہے۔ یہ بات ایسی ہے جس کو بعض غیر مسلم بھی سمجھتے ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں (بڑا ہندوستان، پاکستان بھی جس کا حصہ تھا اس میں) ہندو قوم میں جو تاجر ہیں وہ دان پن کے بڑے قائل ہیں اور ایک زمانہ تھا جبکہ پارٹیشن (Partition) سے پہلے مسلمانوں کی طرف سے تو شاذ کے طور پر خیراتی ادارے دکھائی دیتے تھے اور ہندو تاجروں کی طرف سے جگہ جگہ خیراتی ادارے قائم کئے جاتے تھے۔ اس لئے کہ ان کا تجربہ بتاتا ہے کہ اگر بنی نوع انسان کی ہمدردی میں کچھ خرچ کیا جائے تو مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔ اور یہ جو بات ہے یہ وہ خود کھلے بندوں کہتے بھی ہیں کہ ہم جو خرچ کرتے ہیں یہ اس لئے ہے کہ اس سے ہمارے اموال میں برکت پڑتی ہے تو ایک مشرک، ایک بے دین بھی اللہ کی رحمت کا یہ تجربہ رکھتا ہے اور ان کی تجارتیں گواہ ہیں اس بات پر کہ یہ خدا پر ان کی توقع درست تھی۔ بے دین ہونا ان کی اس نیکی کی راہ میں حائل نہیں ہو سکا اور نہ اس اجر سے ان کو محروم کر سکا جو اس نیکی کے ساتھ خدا نے وابستہ فرما دیا ہے۔ اس میں دین کا ذکر نہیں ہر انسان کے ساتھ یہ تقدیر برابر لاحق ہو چکی ہے، خدا تعالیٰ نے وابستہ کر دی ہے کہ اگر خدا کی خاطر اس کے بندوں کے لئے کوئی اپنا مال خرچ کرے گا تو اسے دنیا میں بھی برکت عطا کی جائے گی۔

پھر فرمایا آخرت میں جو ہے وہ تو بہرحال ہے ہی۔ آخرت میں بھی اس کے ساتھ بہت ہی سہولت کا معاملہ کیا جائے گا اور ہم میں سے ہر شخص اس سہولت کا محتاج ہے کیونکہ اگر اعمال کو دیکھا جائے تو اعمال کے برتے پر تو جنت میں داخلہ بڑا مشکل کام ہے۔ مغفرت اور درگذر اور پردہ پوشی کا جہاں تک تعلق ہے اور اللہ کے فضل کا، اس طرف سے دیکھیں تو جنت بالکل آسان دکھائی دینے لگتی ہے لیکن اس کے جو

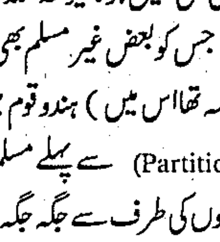
AKMAL SWEET CENTER & FAST FOOD
ELBESTR. 22 · TEL. (0 69) 23 31 80 / 23 48 47
60329 FRANKFURT AM MAIN

رستے خدا نے بنائے ہیں ان رستوں پر نظر رکھنی چاہئے۔ اس دنیا میں آپ خدا کے بندوں سے وہ سلوک کریں جس سلوک کی آپ خدا سے توقع رکھتے ہیں۔ اتنا آسان، اتنا واضح، اتنا معقول فارمولا ہے کہ جسے سمجھانے کے لئے کسی بڑی منطق کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ خدا کے بندوں سے حسن سلوک کریں اللہ آپ سے وعدہ فرماتا ہے کہ آپ سے حسن سلوک کرے گا اور جتنا آپ کریں گے اس سے بڑھ کر وہ حسن سلوک فرمائے گا۔ پس اس پہلو سے اتنے آسان خزانے ہمارے سامنے رکھ دئے گئے ہیں، آسان خزانے جن کو حاصل کرنا بہت آسان ہے اس کے باوجود اگر ہم فاقہ کشی میں زندگی بسر کریں اور ان خزانوں سے استفادہ نہ کریں تو اس سے بڑی خود کشی اور کیا ہو سکتی ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ صرف آخرت کی پردہ پوشی کا کیا فائدہ اگر یہاں عمر بھر ہم دنیا کے سامنے ننگے اور ذلیل ہوتے رہے۔ اس خیال سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی وعدہ فرما دیا ہے اور جس کی دنیا میں پردہ پوشی ہوگی اس کو توقع رکھنی چاہئے کہ آخرت میں بھی یہ سلوک ہوگا تو پھر بھائی کے تن سے کپڑے اٹھانے کا کیا مطلب ہے۔ اپنی بہن کو ننگا دکھانے کا کیا مطلب ہے۔ پس اتنا آسان فارمولا ہے جیسے تم ہو ویسا ہی تم سے سلوک کیا جائے گا۔ یہ ہر زندگی کی دلچسپی پہ حاوی ہے اور بہت ہی آسانیاں پیدا کرنے والا ایک نسخہ ہے جو ہر کسی کے بس میں ہے۔ کوئی مشکل نیکی نہیں کرنی۔ کھڑے ہو کر عبادتیں نہیں کرنی، صرف اپنے رجحان میں کچھ پاکیزگی، کچھ شرافت، کچھ حیا پیدا کرنی ہے۔ دوسروں کی حیاء کو اپنی حیاء سمجھنا ہے اور پھر توقع رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے غیر معمولی حسن سلوک فرمائے گا۔

پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کی مدد کرتا رہتا ہے جو جب تک اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے یعنی جس وقت کوئی شخص اپنے بھائی کی مدد میں لگا ہوا ہے اس وقت تک اس عرصے میں خدا تعالیٰ اس کا مددگار ہے۔ یہ حدیث کا بیان بھی تھوڑا سا اشکال رکھتا ہے۔ کیا مطلب ہے کہ ادھر مدد چھوڑی اور خدا نے مدد سے ہاتھ کھینچ لئے۔ یہ دراصل مدد کے رجحان کو ساری زندگی پر پھیلانے کے لئے ایک عمدہ نصیحت ہے۔ اس کے کئی معانی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص جو اپنے بھائی کے لئے اپنا وقت خرچ کر رہا ہے اور اپنے کاموں سے اس عرصہ میں وہ غافل رہا اور خطرہ ہے کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا ہو ایسے شخص کو تسلی دی گئی ہے کہ تم نے جتنا وقت خدا کی خاطر خرچ کیا تھا تمہیں اور تمہارے اقرباء کو خدا اس کا نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔ اللہ تمہارے کام اس عرصے میں خود کرے گا اور کروائے گا اور یہ حقیقت ہے، یہ زندگی کے وسیع تجربے سے بات ثابت ہے تو یہ مراد نہیں کہ اللہ نے وہیں ہاتھ کھینچ لیا جب کام ختم ہوا بلکہ خدا کی مدد بعد میں بھی جاری رہتی ہے۔ تو ایک تو یہ مفہوم ہے جس کے تجربے جماعت احمدیہ میں تو اس کثرت سے ہیں کہ شاید ہی کوئی گھر ہو جس کے تجربے میں ایسی باتیں نہ ہوں۔

> **خدا کی خاطر خدا کے بندوں پر کچھ خرچ کرنا کسی کمی پر منتج نہیں ہوتا اس کے نتیجہ میں کوئی مالی نقصان اس دنیا میں بھی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتا ہے اور صدقات میں برکت رکھی گئی ہے**

لیکن دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اگر خدا صرف اس وقت تک ضامن ہے تو پھر کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ساری زندگی میں انسان کسی نہ کسی کے لئے بھلائی کرتا رہے تاکہ ساری زندگی اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی کی طرف متوجہ ہو۔ اس ذریعے سے بھلائی کے کاموں کو ایک دوام بخشنے کا ایک طریق ہے، ایک ایسا انداز اختیار کیا گیا ہے جس سے انسان میں بھلائی کے رجحان کو دوام ملتا ہے، اسے ہمیشہ کے لئے بھلائی کی طرف متوجہ رہنے کی تلقین ہوتی ہے اور جس کے لئے اللہ کوشاں رہے اس کے لئے پھر اور حاجت کیا رہ جاتی ہے باقی۔ جیسا میں نے کہا ہے اتنے کثرت سے واقعات ہوتے ہیں جماعت میں اور بعض صحابہ نے تو اس گر کو ایسا پکڑا کہ ساری عمر اس سے لطف اٹھائے اور مزے بھی کئے اور کام بھی بنوائے۔

میں نے حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کی مثال پہلے بھی ایک دفعہ خطبے میں بیان کی تھی لیکن وہ اس موقع پر ایسی چسپاں ہوتی ہے کہ اگر پھر بھی بیان کر دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بڑی ایک روح کو تازہ کرنے والی مثال ہے۔ ایک دفعہ بنگلہ دیش جب ہم گئے جماعت کے وفد کی صورت میں۔ تو اس میں حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری بھی ہمارے ساتھ تھے اور بہت دلچسپ سفر تھا، کافی جماعتیں پھرے۔ آخری دنوں میں جب ہم ڈھاکہ پہنچے تو ڈھاکہ کی جماعت نے وفد کے اعزاز میں ایک ہوٹل میں ایک دعوت کی ہوئی تھی۔ اسی وقت وہاں ایک تار پیش کی گئی جس میں یہ تھا کہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کی بیوی اتنی خطرناک بیماری میں مبتلا ہیں اور اس مرحلے تک بیماری پہنچ گئی ہے کہ آج نہیں تو کل تک وہ ڈاکٹری خیال کے مطابق فوت ہو جائیں گی اس لئے درخواست ہے کہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کو فوری طور پر واپس بھجوا دیا جائے یا پھر ان کے لئے تار تھی انہی کے نام ہوگی تو یہ تھا کہ آپ فوری طور پر واپس آ جائیں تو انہوں نے پڑھی اور بعض دفعہ کھانسی اس طرح کیا کرتے تھے کہ "اوہوں" اور جیب میں کاغذ مروڑ کر ڈال لیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا بات ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تار آئی ہے میری طرف گھر کی طرف سے، تو میں نے کہا پھر چند دن تو رہ گئے ہیں سفر میں آپ چلے جائیں واپس۔ کہتے ہیں نہ، نہ، نہ، یہ کام نہیں کرنا۔ میں تار دے رہا ہوں کہ میں ہرگز نہیں آؤں گا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں نے کہا آپ کی بیوی کے متعلق بتا رہے ہیں فوت ہو رہی ہے۔ آپ کہتے ہیں میں نہیں آؤں گا کیا بات ہے۔ کہتے ہیں میں خدا سے داؤ مار رہا ہوں۔ اس قسم کے الفاظ تھے، میں اللہ کو خوب سمجھتا ہوں اگر میں واپس گیا تو اس نے مرنا تو ہے ہی اور اگر میں واپس نہ گیا تو اللہ پر ڈالوں گا کہ میں تیرے کام میں تھا اور پھر پیچھے میری بیوی مار دی۔ تو میں جانتا ہوں اپنے رب کو اس نے کبھی بھی نہیں مرنے دینا اس کو۔ یہ سب باتیں ہیں اور پورا ہفتہ بعد میں ٹھہرے اور اسی دوران اطلاع بھی آ گئی کہ بیوی ٹھیک ٹھاک ہے فکر نہ کریں۔ تو یہ خدا کے بندے خدا کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح محمدؐ رسول اللہ نے اس کا تعارف کروایا ہے ورنہ خدا کو کون جان سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر جس طرح خدا ظاہر ہوا ہے اس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہم پر ظاہر فرما کر ہماری ساری مشکلیں آسان کر دیں اور وہ تجربے کبھی ناکام نہیں ہوتے جو محمدؐ رسول اللہ کے بتائے ہوئے تجربے ہیں، سو فیصد یقینی باتیں ہیں۔ پس اپنے خدا سے وہ تعلق قائم کریں جس طرح وہ ہمیں سمجھا رہا ہے۔ ایسے تعلق قائم کرو مجھ سے فائدے اٹھانے ہیں تو یہ طریقے میں تمہیں بتا دیتا ہوں پھر دیکھیں کہ زندگی کی کیسی کایا پلٹ جاتی ہے۔

مال کی محبت انسان کو بہت سی نیک باتوں سے روک لیتی ہے

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اپنا دوسروں سے جو سلوک تھا اب میں اس کے نمونے آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ کسی کی ادنیٰ سی تکلیف بھی آپ کو برداشت نہیں تھی، آپ کو منظور نہیں تھی اور اگر غلطی سے پہنچ جائے تو کیسے بے چین ہو جایا کرتے تھے یعنی نصیحتیں جو فرماتے تھے عمل اس شان سے کیا ہے ان نصیحتوں سے بھی بلند تر مقام آپ کا دکھائی دیتا ہے۔ نصیحتیں تو لگتا ہے جس طرح دھند زمین کے ساتھ لیٹی ہوئی ہوتی ہے اور ہم اس دھند میں ایک تصور باندھ رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وجود اس سے بلند تر دکھائی دیتا ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آپ پر جھک گیا۔ آپ نے اسے سوٹی کی نوک سے ذرا پیچھے کیا یعنی بعض دفعہ لوگ اس طرح تنگ کرتے ہیں اور ان کا سانس سانس میں آنے لگ جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خوشبو سے بہت محبت تھی اور بدبو برداشت نہیں تھی تو یہ وجہ تو نہیں بتائی گئی کہ کیوں آپ نے ہٹایا۔ مگر مجھے تجربہ ہے کہ بعض لوگ اتنا قریب آ کر جھک کے بات کرتے ہیں کہ ان کے سانس میں بدبو ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے بہت بڑا ابتلا انسان پر آتا ہے تو بے اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے معلوم ہوتا ہے اس کو ہٹا دیا کہ ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو۔ اگلی بات یہ ہے کہ جب اس سوٹی سے اس کو ہٹانے لگے تو اس کے چہرے پہ ذرا سی چوٹ آ گئی۔ جھکے ہوئے آدمی کو انسان ضروری تو نہیں کہ یوں دیکھ رہا ہو۔ سوٹی سے پرے کیا ہے وہ غلطی سے چہرے کے کسی نازک حصے پہ لگ گئی اور اس سے اس کو تھوڑا سا زخم پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ مجھ سے بدلہ لو ابھی بدلہ لو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ، میں نے معاف کر دیا ہے لیکن ایک اور موقع پر ایک اور صحابی نے ایک اور رد عمل دکھایا۔

SCL

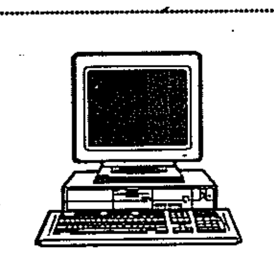

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

حضرت اسیدؓ بن حفیر انصاری کے بارے میں روایت ہے کہ وہ بڑے بامذاق تھے۔ مجلس میں کھل کے دلچسپ باتیں کیا کرتے تھے، ایک موقع پر معلوم ہوتا ہے ان سے کچھ زیادتی ہو گئی ہے یعنی ہنسی مذاق کرنا ان معنوں میں تو معیوب نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں صحابہ نہیں کیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ آنحضورؐ جو خود بھی بہت پاکیزہ مذاق فرمایا کرتے تھے لیکن بعض لوگ پھر زیادہ کر دیتے ہیں اور رسول اللہؐ کو یہ بات منظور نہیں تھی کہ کوئی شخص ٹھٹھے باز ہی بن جائے تو اس صورت میں آپ نے اس شخص کو اسی طرح چھڑی چبھوئی کہ ذرا سنبھلو، اشارہ تھا اور میں سمجھتا ہوں اس میں حکمت یہ تھی کہ کھل کر اگر بات کہتے تو باقی مجلس میں شاید اس کی سبکی ہوتی تو آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ چھڑی کی نوک سے اس کو میں سمجھا دوں، سمجھ جائے گا اشارہ کہ میں کچھ حد سے آگے بڑھ رہا ہوں، اس پر وہ کہنے لگا حضور میں نے تو بدلہ لینا ہے۔ آپ نے مجھے چھڑی چبھو دی ہے۔ حضور نے فرمایا بدلہ لے لو۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ حضور آپ نے تو قمیص پہنی ہوئی ہے میں تو ننگے بدن ہوں۔ آپؐ نے فرمایا میں قمیص اتارتا ہوں کپڑا اٹھایا کہ آؤ اب بدلہ لو۔ وہ چمٹ گیا اور بار بار لپٹ کے چومنے لگا۔ جہاں جہاں اس کا بس چلتا تھا اس نے چوما۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میری کیا مجال تھی کہ میں بدلے لیتا مجھے تو خدا نے یہ موقع دیا تھا کہ آج محمدؐ رسول اللہ کے بدن کو چوموں۔ پس یہی میرا بدلہ ہے۔ آپ کا احسان ہے کہ مجھے موقع دیا۔ یہ حسن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہے جو ایک چھوٹی سی چوٹ کے مقام سے بھی جنت کے چشمے پھوڑ دیتا ہے۔ موسیٰ کے عصا کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ چٹان پر اس نے عصا مارا اور اس سے چشمے پھوٹ پڑے اور قرآن کریم اس کی گواہی دیتا ہے کہ ایسا ہوا۔ لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عصا کی ضرب سے جیسے جنت کے چشمے پھوٹتے ہم نے دیکھے ہیں ان کی کوئی مثال اور کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ جن لوگوں کی خاطر ان چٹانوں سے چشمے بہائے گئے وہ پتھر دل ہو گئے۔ مگر محمدؐ رسول اللہ نے جن دلوں سے رحمت کے چشمے بہائے ہیں وہ ہمیشہ کے لئے جنت کی طرف مائل رہنے والے، جنت کی نہروں میں گویا غرقاب دل بن گئے، ان کے دل سے بھی جنت پھوٹتی تھی۔ وہ دل بھی جنت کے لئے بنائے گئے تھے۔ تو یہ وہ حسن معاشرہ ہے جو محمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہم میں صرف دیکھنا ہی نہیں چاہتے، اپنے عمل سے اس کی تصویریں کھینچ کر ہمیں دکھائی ہیں۔

آپ خدا کے بندوں سے حسن سلوک کریں۔ اللہ آپ سے وعدہ فرماتا ہے کہ آپ سے حسن سلوک کرے گا اور جتنا آپ کریں گے اس سے بہت بڑھ کر وہ حسن سلوک فرمائے گا

ایک اور موقع پر حضرت عبداللہ بن ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عرب نے ان سے ذکر کیا کہ جنگ حنین میں یعنی کسی ایسے شخص نے ان سے بات کی جس کو وہ جانتے نہیں ہیں۔ لیکن یہ پتہ ہے کہ تھا وہ عرب اور جنگ حنین کا واقعہ بیان کر رہا ہے۔ اور یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ ہیں۔ جنگ حنین میں چونکہ بہت سے نئے آنے والے بھی شامل ہو گئے تھے بلکہ ان کی کثرت تھی اس وجہ سے سارے صحابہ ان سب کو جانتے نہیں تھے۔ تو کہتے ہیں کہ ایک عرب نے ان سے ذکر کیا کہ جنگ حنین میں بھیڑ کی وجہ سے اس کا پاؤں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاؤں پر جا پڑا۔ سخت قسم کی چپلی جو کہتا ہے میں نے پہن رکھی تھی۔ اس کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا پاؤں کچلا گیا اور سخت زخمی ہو گیا۔ حضور نے تکلیف کی وجہ سے بے اختیار ہلکا سا کوڑا مارا اور کہا بسم اللہ، تم نے میرا پاؤں زخمی کر دیا ہے اور وہ جو کوڑا کا اٹھنا اور مارنا یہ صرف ایک علامتی بے ساختہ اظہار ہوتا ہے۔ بعض دفعہ انسان ہاتھ سے دھکیلتا ہے، بعض دفعہ چھڑی سے دھکیلنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن کہا صرف اتنا کہ بسم اللہ تم نے میرا پاؤں زخمی کر دیا ہے۔ کہتے ہیں مجھے اس سے بڑی ندامت ہوئی۔ ایسی ندامت کے ساری رات میں سخت بے چین رہا کہ ہائے مجھ سے یہ کیا غلطی ہوئی۔ صبح ہوئی تو کسی نے مجھے آواز دی کہ محمدؐ رسول اللہ تمہیں بلا رہے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے اور گھبراہٹ ہو گئی کہ کل کی غلطی کی وجہ سے میری شامت آئی۔ اب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مجھ سے ناراضگی کا اظہار فرمائیں گے۔ بہر حال حکم تھا میں حاضر ہوا تو حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ کل تو نے میرا پاؤں کچلا تھا اس وقت میں نے تمہیں ایک ہلکا سا کوڑا مارا تھا مجھے اس کا بہت افسوس ہے اس کے بدلے یہ اسی (۸۰) بکریاں تمہیں دے رہا ہوں یہ لے لو اور جو تمہیں تکلیف پہنچی ہے اس کو دل سے نکال دو۔ کہتے ہیں میں حیران رہ گیا کہ یہ کیا واقعہ ہے، کیسا رسول ہے، کیسا آقا ہے، میں بے چین ہوں ساری رات کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے اور میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دکھ پہنچایا ہے اور محمد رسول اللہ رات اس بے چینی میں گزارتے ہیں کہ جو بے اختیار تھوڑا سا اس کا بدلہ مجھ سے لیا گیا اس سے مجھے تکلیف پہنچی ہے اور پھر اسی (۸۰) بکریاں دے کر یہ فرمانا کہ اپنے دل سے اس واقعہ کو نکال دو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مقدس دل میں مسلمانوں کے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے کتنی رحمت تھی، کیسی رافت تھی۔

جب میں اس بدبخت دنیا پر غور کرتا ہوں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر زبان طعن دراز کرتے ہیں جنہوں نے تمام دنیا کو ایک دوسرے کی زبان کے طعنوں سے بچایا۔ جب میں ان لوگوں کے حالات دیکھتا ہوں جو محمدؐ رسول اللہ پر ظلم کے چرکے لگا کر، گندے الزام لگا کر تمام دنیا میں محمدؐ رسول اللہ کے عشاق کے دل دکھاتے ہیں تو میں حیرت سے دیکھتا ہوں کہ ان کو کیا پتہ کیا کر رہے ہیں۔ جس نے تمام بنی نوع انسان کی عزت کی حفاظت فرمائی، جس نے ہر حرمت کے لئے ہمارے دلوں میں احساس جگائے کہ تمہارے بھائی کی حرمت تمہاری حرمت ہے اس پر یہ لوگ اپنی بدنصیبی اور بدبختی سے ایسی ایسی بیباکیاں اور ایسی ایسی جراتیں کرتے ہیں اور جو ادنیٰ سی بھی تکلیف پہنچانے کا سزاوار نہیں تھا، جو برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اس سے کسی کو تکلیف پہنچے آج تک اس رسول کا پیچھا یہ ظالم نہیں چھوڑ رہے۔ اور ہر طرح سے ان کو، آپ کو اور آپ کی امت کو تکلیف پہنچانے پر بضد ہیں اور مسلسل کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر بھی دل ٹھنڈے نہیں پڑتے۔ کہاں وہ جس نے راتیں ان کی خاطر جاگ کے کاٹیں کہ ان کو تکلیف نہ پہنچے۔ کہاں یہ کہ جنہوں نے زمانے صرف کر دیئے آپ کو تکلیفیں پہنچانے میں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم انہی قوموں کے متعلق، جن کا ذکر میں کر رہا ہوں، جو عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والی قومیں ہیں، ان کے متعلق جب قرآن کریم میں بتایا گیا کہ تیرا جو انہوں نے انکار کر دیا ہے اس کے نتیجے میں آخر ان پر عذاب نازل ہوگا اور ان کو سزا دی جائے گی تو یہ سن کر محمدؐ رسول اللہ کی جو دل کی کیفیت تھی اس کو قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے۔ "لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین" کہ اے محمد تیرے انکار کی وجہ سے جو سزائیں مقدر ہیں ان سے تجھے اتنی تکلیف پہنچی ہے کہ کیا تو ان کے غم میں اپنی جان کو ہلاک کر لے گا۔ اور یہ جو قرآن کا دعویٰ ہے یہ محض ایک فرضی بات نہیں ہے محمد رسول اللہ کی سیرت کے واقعات جو میں آپ کے سامنے پڑھ کر سنا رہا ہوں، یہ سارے واقعات گواہ ہیں، ایک ایک لفظ ان کا گواہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایسا ہی دل سینے میں رکھتے تھے، اپنوں کے لئے بے چین ہونے والا، غیروں کی تکلیف سے بھی دکھ اٹھانے والا، یہاں تک کہ دشمنوں کی تکلیف کے تصور سے بھی آپ کی زندگی آپ کے سینے میں ایسی اجیرن ہو جاتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ہلاکت کا لفظ استعمال فرمایا۔ "لعلک باخع نفسک" کیا تو اپنی جان کو ان دشمنوں کے غم میں ہلاک کر دے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی روزمرہ زندگی کا دستور یہ تھا کہ یہ دستور آج بھی ہمیں اپنانا ہے، آج بھی اسی قسم کے گھریلو تعلقات کو قائم کرنا ہے تب ہم دنیا میں ایک جنتی معاشرہ دینے کے اہل ہوں گے یا کم سے کم اس کا دعویٰ کرنے کے مستحق تو سمجھے جائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی سادہ تھی آپ کسی کام میں عار نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈال لیتے، گھر کے کام کاج کرتے، اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے، کپڑے کے پیوند لگاتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے، آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو آپ اس کی مدد فرماتے، بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے تھے، امیر و غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے، سلام میں پہل کرتے، اگر کوئی معمولی کھجوروں کی دعوت دیتا تو آپ اسے حقیر نہ سمجھتے۔ آپ نہایت ہمدرد، نرم مزاج اور حلیم الطبع تھے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

R.Z
ELECTRONICS
18 BROOKWOOD ROAD,
SOUTHFIELDS, LONDON SW18 5PB
NEAREST UNDERGROUND STATION
SOUTHFIELDS - DISTRICT LINE
TEL: 081 877 3492 FAX: 081 877 3518
FOR VIDEO, TELEVISION &
ELECTRONIC SPARES SEMI CONDUCTORS
REMOTE CONTROLS VIDEO HEADS, ETC.,
VISA AND ACCESS CARDS ACCEPTED FOR POSTAL DESPATCH

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

۴۷ء سے ۹۴ء تک پاکستان میں فرقہ واریت کا پودا جو ایک مہیب درخت بن چکا ہے

(محمد محمود طاہر۔ ایم۔ اے۔ ابلاغیات)

قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں برصغیر پاک و ہند کی مسلم قوم نے اپنا علیحدہ تشخص قائم کرنے کے لئے ایک وطن کا مطالبہ کیا اور پھر اس کے لئے بھرپور جدوجہد کی جس میں بلاتفریق عقائد سب نے مل کر اپنی جدوجہد کو آگے بڑھایا اور بالآخر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان نام کا ایک ملک دنیا کے نقشہ پر ابھر کر سامنے آیا۔

افسوس کے قائداعظم محمد علی جناح کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ قیام پاکستان کے ایک سال بعد ہی اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ پھر آہستہ آہستہ اس ملک میں گروہ بندیاں ہونی شروع ہوگئیں۔ مذہبی و سیاسی اختلافات نے جنم لیا اور بعض ناعاقبت اندیشوں نے مذہب کو سیاست چمکانے کا ذریعہ بنایا اور اس ملک خداداد میں فرقہ واریت کا پودا لگایا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ملکی پارلیمنٹ نے ایک بل کے ذریعہ جماعت احمدیہ مسلمہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اس ملک میں فرقہ واریت کے نہ ختم ہونے والے فتنہ کی سرکاری سطح پر بنیاد ڈال دی۔

فتنہ تکفیر کے اس واقعہ کو آج بیس سال گزر چکے ہیں۔ آیئے ذرا نظر ڈالیں کہ یہ فرقہ واریت کا پودا کس طرح اپنی مہیب شاخیں ہر طرف پھیل چکا ہے۔ اور اس کا زہر کس قدر وطن عزیز کے لوگوں میں سرایت کر چکا ہے۔ جو کہ نہ صرف مسلسل بڑھ رہا ہے بلکہ اس ملک کی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کر رہا ہے۔

آج ہر فرقہ دوسرے فرقے کا دشمن بن چکا ہے۔ کلاشنکوف کلچر نے جنم لے لیا ہے اور مذہبی تنظیمیں ایک دوسرے کو دہشت گرد کا نام دے کر پکارتی ہیں اور کیوں نہ کہیں اس لئے کہ آئے دن ایک دوسرے کے کارکنان اور لیڈروں کو قتل کیا جانا معمول بن چکا ہے۔

آج پاکستان کے ہر شہر میں فرقہ واریت کا زہر سرایت کر چکا ہے۔ آج یہاں کی آبادیاں تو کیا مساجد بھی محفوظ نہیں رہیں۔ جہاں مساجد سے فتنہ و فساد اور فرقہ واریت کا درس دیا جاتا ہے وہاں اب نمازیوں پر فائرنگ اور ان کی ہلاکت معمول بنتا جا رہا ہے ابھی ۷ دسمبر ۱۹۹۴ء کی بات ہے کہ کراچی کی ایک مسجد میں نمازیوں پر کلاشنکوف کے برسٹ مار کر امام سمیت ۱۲ نمازیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ بعض نمازیوں کا تعلق ایک فرقہ وارانہ تنظیم سے تھا اور امام مسجد جو قتل ہوا وہ سپاہ صحابہ کا لیڈر تھا۔ ہلاکت کی خبریں تمام قومی اخبارات میں سرخیوں کے ساتھ ۸، ۹ دسمبر کے شماروں میں چھپی ہیں۔ یہ دردناک واقعات یہاں روزانہ ہو رہے ہیں اور سردست کوئی امکان نہیں کہ فرقہ واریت کے زہر کو ختم کیا جاسکے۔

ذیل میں دو مذہبی گروہوں کے جلسوں پر جاری ہونے والے بیانات کی چند جھلکیاں پیش ہیں جو ایک دن کے اخبار میں آمنے سامنے شائع ہوئے۔

سپاہ محمدؐ

☆ آئندہ اپنے کسی جلسے جلوس کے لئے اجازت نہیں لیں گے۔ (سپاہ محمدؐ)۔

☆ جو پولیس افسر ہمارے کسی آدمی کے گھر میں داخل ہوگا اسے گولی مار دیں گے۔

☆ کسی خاتون کو گرفتار کرنے والا ڈپٹی کمشنر نہیں بچے گا۔

☆ مخالفانہ مواد چھاپنے والے اخبار کے ایڈیٹر کو گولیاں ماریں گے۔ (سپاہ محمدؐ کے قائدین)۔

(روزنامہ جنگ لاہور۔ ۱۳ نومبر ۱۹۹۴ء صـ ۸)

سپاہ صحابہؓ

☆ جتنے اسلحے کی نمائش کی گئی ہے (سپاہ محمدؐ کے جلسہ پر۔ ناقل) اتنا ہمارے ایک یونٹ کے پاس ہے۔ ہمارے یونٹوں کی تعداد ۱۴ ہزار ہے۔

☆ کسی ڈی۔ ایس۔ پی، رکن قومی اسمبلی یا صحافی کے خلاف دہشت گردی کی کاروائی ہوئی تو اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔ (سپاہ صحابہ کے لیڈروں کا بیان)۔

(روزنامہ جنگ لاہور، ۱۳ نومبر ۱۹۹۴ء صـ ۸)

—○○○—

○ ایک فرقہ وارانہ تنظیم کے سرپرست اعلیٰ نے اپنے کارکنوں کو مسلح رہنے کی یوں ہدایت دی:

"انتقام ہم خود لیں گے۔ غیر مسلح شخص کے لئے سپاہ صحابہؓ میں کوئی جگہ نہیں۔ کارکن اسلحہ رکھیں۔ (علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی، سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ پاکستان)

(روزنامہ جنگ لاہور، ۲۳ نومبر ۱۹۹۴ء صـ ۸)

اس بیان سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تمام فرقہ وارانہ تنظیمیں کس قدر تشدد اور دہشت گردی کی قائل ہیں اور مذہب کے نام پر لوگوں کی جانوں سے کھیل رہی ہیں۔

○ مذہبی جنونیت اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے اور تمام علماء جو اسلام کے نام پر اپنی سیاست کی دکان چمکا رہے ہیں وہ سرعام تشدد کی تعلیم دے رہے ہیں اور جبر و طاقت کے ساتھ اسلامی نظام نافذ کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ چند علماء کے بیانات بطور مثال پیش ہیں:

☆ اتحاد اہل سنت کے راہنماؤں نے جن میں مولانا اجمل قادری، مولانا اسعد تھانوی، قاضی عبداللطیف وغیرہ شامل ہیں مشترکہ بیان میں کہا ہے:۔

"نفاذ اسلام کے لئے مذہبی جماعتیں اب کلاشنکوف کے زور پر اور مورچے سنبھالنے اور دھرنا مار کر ہی اسلام کا نفاذ کروا سکتی ہیں"۔

(روزنامہ جنگ لاہور، ۶ نومبر ۱۹۹۴ء صـ ۱ اور ۸)

☆ جمیعت علماء اسلام کے مولانا اجمل نے اپنے بیان میں کہا کہ:۔

"اسلام کا نفاذ اب طاقت کے زور پر ہی ہو سکتا ہے...... انہوں نے کہا کہ ملک میں اسلام کا نفاذ کلاشنکوف اٹھا کر ہی ممکن نظر آتا ہے"۔

(روزنامہ جنگ لاہور، ۶ نومبر ۱۹۹۴ء صـ ۱ و ۸)

○ آج وطن عزیز سنگین فرقہ واریت کے خطرہ سے دوچار ہے جس کو اب ہر سطح پر زیر بحث لایا جا رہا ہے اور یہ پاکستان کا سب سے اہم مسئلہ بن چکا ہے۔ پاکستان کا کثیرالاشاعت اخبار روزنامہ جنگ اپنے اداریہ میں لکھتا ہے:۔

"معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی اعلیٰ ترین سطح پر ملک سے فرقہ واریت کے خاتمہ کی اشد ضرورت کا بھرپور احساس کر لیا ہے۔ پاکستان کو داخلی حوالہ سے جو مسائل درپیش ہیں ان میں امن و امان کا مجموعی مسئلہ کراچی کی تشویش ناک صورتحال...... اور ملک بھر میں پھیلی ہوئی مذہبی فرقہ واریت کی پیدا کردہ تلخی اور قتل و غارت گری سرفہرست ہیں"۔

(روزنامہ جنگ لاہور، ۲۳ نومبر ۱۹۹۴ء)

صدر پاکستان، وزیراعظم پاکستان اور دوسرے اعلیٰ ارباب حل و عقد بھی اس فرقہ واریت کے زہر کو ختم کرنے کے لئے پریشان ہیں۔ اور اس کے لئے ہر سطح پر اقدامات کی ہدایات دینے میں مصروف لگتے ہیں۔ جیسا کہ اخبار لکھتا ہے:۔

☆ "صدر نے فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے قومی منصوبے کی منظوری دے دی"
(شہ سرخی)

☆ فرقہ واریت کی لعنت سے چھٹکارہ کے بغیر قومی اتحاد کے سلسلہ میں قائداعظم کے خواب کو مکمل طور پر شرمندہ تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ اس مقصد کے لئے ہر سطح پر کوششیں تیز کی جائیں"۔

(صدر فاروق احمد خان لغاری)

(روزنامہ جنگ لاہور، ۲۲ نومبر ۱۹۹۴ء صـ ۱)

قیام پاکستان کا مقصد پاکستانی قوم نے کس قدر حاصل کیا ہے اور آج کا پاکستان کہاں پہنچ چکا ہے۔ علامہ اقبال کے فرزند سینیٹر جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال روزنامہ جنگ لاہور کے زیر اہتمام یوم اقبال کے سلسلہ میں قومی سیمینار سے یوں خطاب کرتے ہیں:۔

☆ "فرقہ واریت کو غداری قرار دیا جائے"۔
(جسٹس جاوید اقبال)

جسٹس جاوید اقبال کہتے ہیں:

☆ آج ہم میں نہ اتحاد ہے اور نہ ہی ہم مساوات کے اصولوں پر کاربند ہیں اور نہ ہم آزاد ہیں...... اتحاد کا یہ عالم ہے کہ اس وقت مسلمان ایک دوسرے کی عبادت گاہوں پر بم پھینک رہے ہیں۔ کراچی میں فرقہ واریت کی یہ کیفیت ہے کہ آئے دن بیٹھے بیٹھے، کھڑے کھڑے لوگوں کو مار دیا جاتا ہے۔ پاکستان نہ سنی ریاست ہے نہ ہی شیعہ ریاست، لیکن اس کے باوجود جو فرقہ واریت کی کیفیت ہے ہم مختلف قسم کے شریعت بل تو لاتے ہیں۔ ابھی سینیٹ میں (جناب چیئرمین سینیٹ وسیم سجاد تشریف فرما ہیں) ایک شریعت بل پیش کرنے کی کوشش کی گئی جس پر اختلاف ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں فرقہ واریت کو حرام قرار دینا چاہئے"۔

(روزنامہ جنگ لاہور، ۱۵ نومبر ۱۹۹۴ء، رنگین صفحہ)

الغرض آج کا پاکستان فرقہ واریت کے زہر سے آلودہ ہو چکا ہے اور وہ پودا جو ۱۹۷۴ء میں لگایا گیا تھا۔ آج بیس سال گزرنے کے بعد ایک مہیب درخت بن چکا ہے۔ جس کا خطرناک سایہ پاکستان کی گلی گلی، گاؤں گاؤں اور شہر شہر پر چھا چکا ہے۔ اس کے خاتمہ کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ اور اہل دانش یہ کہنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ ملک تباہی کے اس کنارہ پر جا چکا ہے جہاں سے واپسی مشکل لگتی ہے اور اب خود حکمران یہ بیان دے رہے ہیں کہ کلمہ گو کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیا ان کا یہ بیان ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلے سے تضاد نہیں رکھتا۔ ان کے بیانات عملاً اس بات کے گواہ ہیں کہ ۷ ستمبر کا فیصلہ غلط تھا اور ہم نے اس کے ذریعہ نہ ختم ہونے والی فرقہ واریت کی بنیاد رکھ دی تھی لیکن جو بیج بویا تھا اس کی فصل تو اب کاٹنی پڑے گی۔

کینیڈا کا ایک معروف شہر ہے جسے انگریزی میں Ottawa لکھتے ہیں۔ عام طور پر اسے اردو میں اوٹاوا لکھتے ہیں اور ایسے ہی بولتے ہیں۔ لیکن کینیڈا کے باشندوں کے لئے اس شہر کا نام اوٹاوا غیر مانوس ہے۔ چونکہ ان کی اپنی زبان میں اس شہر کا صحیح تلفظ "آٹو۔ وا" ہے۔ بعض زیادہ نفاست پسند اسے "آوٹو۔ وا" بھی کہتے ہیں۔

امریکہ آنے والے ہر طالب علم کے لئے ایک روزمرہ کا لفظ ہے Schedule ۔ برطانوی اثر کی وجہ سے اسے اردو میں شیڈیول کہتے ہیں اور نفاست پسند اسے "شے جول یا شے جل" بھی کہتے ہیں لیکن امریکہ کا اپنا تلفظ ہے اور شروع شروع میں بہت غیر مانوس لگتا ہے۔ Schedule کا امریکی تلفظ ہے "سکے جول" یا "سکے جل" جب عادت پڑ جاتی ہے تو یہی تلفظ طلباء، طالبات کی روزمرہ بول چال کا حصہ بن جاتا ہے۔ امریکی Schedule کا لفظ وہی ہے جسے پاکستان میں ٹائم ٹیبل کہتے ہیں۔

(ڈاکٹر قاضی محمد برکت اللہ۔ امریکہ)

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

ADVERTISE YOUR GOODS AND SERVICES IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285

هومیو پیتھی کلاس نمبر (۲)

جسم میں روح رد عمل دکھاتی ہے۔ ہومیو پیتھی اس لحاظ سے روحانی علاج ہے

کسی بھی علم میں تکبر اختیار نہ کریں۔ یہ اللہ کو ناپسند ہے۔ خدا کرے کہ روحانی اور جسمانی دونوں شفاؤں کا نظام احمدیت سے وابستہ ہو جائے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر پروگرام "ملاقات" مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۹۴ء میں بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

[یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

(لندن ۲۴ مارچ) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر اپنے روزانہ کے لائیو پروگرام "ملاقات" میں تشریف لا کر ہومیو پیتھی کے بارے میں اپنے تجربات، طریق علاج اور اس نظام کے تعارف کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضور انور نے فرمایا کہ گزشتہ روز جسم کے رد عمل کا ذکر ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر ہانمن نے جسم کے دفاعی نظام کے رد عمل کے بارے میں نظریات پیش کئے تھے بعد کی تحقیقات نے ان کی تائید کی۔

دوائی کے ہلکے سے اثر کو قبول کرنے کا نظام

حضور انور نے فرمایا کہ جسم کے اندرونی دفاعی نظام پر جو تحقیق کی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جسم انسانی دوائی کے ہلکے سے اثر کو کس طرح محسوس کر سکتا ہے اور دفاع کر سکتا ہے۔

حضور نے فرمایا اس نظریہ کے حق میں جو تحقیقات کی گئی ہیں اس کی ایک مثال الرجی کے بارے میں تحقیقات ہے۔ تحقیقات کرنے والے حیران ہیں کہ ایسی بات کس طرح ممکن ہو سکتی ہے کہ انسانی جسم اتنی باریکی سے رد عمل کس طرح دکھا سکتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ امریکہ میں ایک عورت کو انڈے کی بو سے الرجی ہو گئی اس سے اس کو شدید دمہ ہو جاتا تھا۔ وہ نیویارک کے بڑے بلاک کی تیسری منزل پر رہتی تھی۔ اس بلاک کے تمام گھر والوں کو ہدایت کی گئی کہ کسی گھر میں انڈا استعمال کرنے کے لئے نہ لایا جائے ۔ اس کی سختی سے پابندی کروائی گئی۔ چنانچہ کوئی الرجی نہ ہوئی۔ آخر ایک دن الرجی ہو گئی۔ تمام گھروں سے پتہ کیا گیا سب نے کہا کہ کوئی انڈا نہیں لایا۔ مزید تحقیق اور چھان بین کی گئی تو پتہ چلا کہ اوپر کی منزل میں ایک کبوتری نے انڈا دیا ہے۔ اس سے یہ حیران کن انکشاف ہوا کہ انسانی جسم کتنی دور دراز سے بھی اثر قبول کر لیتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ عام خوشبو بھی دور نزدیک دور دور تک پھیل جاتی ہے۔ جب یہاں پکوڑے بنائے جاتے ہیں تو دور دور تک اس کی خوشبو پھیل جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ نے جو چیزیں بنائی ہیں اس کے لطیف در لطیف ہونے کی کوئی حد نہیں۔ کچھ نہ کچھ اثر لازماً رہ جاتا ہے۔

اس کی مزید مثال بیان کرتے ہوئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ موسم کے بگڑنے سے جن کو الرجی ہوتی ہے ان کے بارے میں معلوم ہوا کہ ابھی موسم نے دو گھنٹے کے بعد بگڑنا تھا کہ جسم پر اثرات پہلے ہی نمایاں ہونے شروع ہو گئے۔ یہ وہی حس معلوم ہوتی ہے جو جانوروں اور پرندوں میں ہوتی ہے۔ کوے اور بعض دیگر پرندے موسم کی تبدیلی سے پہلے ہی رد عمل دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ حساس ترین سائنسی آلات نے کوئی بات محسوس نہ کی ہوتی تھی کہ مریض کے جسم کو الرجی ہونی شروع ہو گئی۔

پھر فرمایا کہ اس امر کے کیا متحرکات ہیں اور فضا میں وہ کیا ارتعاش ہوتا ہے جو جسم محسوس کر لیتا ہے۔ سائنس دان اس بارے میں خاموش ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ میں نے جب ہومیو پیتھی پر تحقیق شروع کی تو میں نے یہ حساب لگایا کہ پوٹینسی کے بڑھنے سے مالیکیول اور ایٹموں کے حساب سے اصل دوا کا کتنا حصہ اور اثر باقی رہ جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے حساب لگایا اور احمدی سائنسدانوں سے بھی مدد لی۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ کسی بھی دوا کی ۲۳ ویں طاقت کے بعد جو دوا بنتی ہے اس میں اصل مادے کا کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک کے بعد ۴۶ زیرو دائیں طرف لگائے جائیں تو جتنواں حصہ سا بنتا ہے اس کو بیان کرنے کے لئے کوئی لفظ زبان میں موجود نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا یہ نتیجہ دیکھ کر میری طبیعت خاصی منغض ہوئی کہ دوائی کا کوئی اثر تو باقی نہیں رہا پھر اس کا جسم پر اثر کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن اس حقیقت کے باوجود شواہد بڑے واضح تھے۔ ایک لاکھ پوٹینسی کی دوا دی گئی اور نمایاں رد عمل ہوا۔ یہ کیفیت دیکھ کر میرا دل ڈول گیا کہ ۲۳ کی پوٹینسی کے بعد ہی دوا موجود نہیں رہتی تو جن دوائیوں کی ایک ایک لاکھ پوٹینسی استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً راجہ (نذیر احمد ظفر راجہ ہومیو) صاحب اور ہمارے وقف جدید والے بھی لاکھ اور دو لاکھ کی پوٹینسیاں استعمال کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ دو لاکھ صفر لگانے کے بعد جتنواں حصہ بنتا ہے وہ ساری کائنات میں موجود جتنے ذرات ہیں ان سے بھی زیادہ بنتا ہے۔ کائنات کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ۱۸ سے ۲۰ ارب نوری سال کا فاصلہ سائنس دانوں نے شمار کیا ہے اس سارے حصے میں جو بھی مادہ ہے اور کوئی بھی سپیس (Space) مادے سے خالی نہیں۔ ان سب کے ذرات شامل کریں اور ایک کے دائیں طرف دو لاکھ صفر ڈالیں (بعض صورتوں میں تو یہ مقدار دس لاکھ تک بھی ہوتی ہے۔ بعض ہومیو پیتھ اس حد تک آگے چلے جاتے ہیں) تو یہ حصے کائنات کے تمام ذرات سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

دعا کے نتیجے میں میموری سسٹم پر اطلاع

حضور انور نے فرمایا کہ اس مرحلے پر جب کوئی بات سمجھ نہ آئی کہ اتنے بعید ترین حصے میں بھی دوا اپنا اثر کیسے دکھاتی ہے تو میں نے دعا کی۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ایک مضمون مجھے سمجھا دیا۔ یعنی الہام نہیں بلکہ دل میں اللہ نے ایک بات ڈال دی اور دل اس سے اطمینان پا گیا۔ وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے کوئی میموری سسٹم انسان کے اندر رکھا ہوا ہے۔ ایک بات جب دوسرے سے رابطے کے نتیجہ میں انسان کے علم میں آتی ہے تو یادداشت پر ایک چھاپ پڑ جاتی ہے۔ یہ مٹے گی نہیں، ہلکی بے شک ہو جائے گی اور ہلکی ہو کر مغلوب بھی ہو جائے گی۔ اثر کرنے والے اصل ذرے کی تلاش کی ضرورت نہیں۔ چھاپ موجود ہے وہ اثر دکھا سکتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ فرانس کے ایک نوبل لاریٹ نے اپنے ساتھی سے مل کر بائیو کیمسٹری میں ہومیو پیتھی کے حوالے سے تجربے کئے تھے۔ کہ یہ جو پوٹینسیاں بتاتے ہیں ان سے جسم پر واقعی کوئی رد عمل ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کا جواب انہوں نے میموری کی تھیوری سے دیا۔

روح رد عمل دکھاتی ہے

حضور نے فرمایا کہ روح ضرور رد عمل دکھاتی ہے۔ یہاں پر روح کا لفظ پورا آتا ہے کیونکہ جو چیز دی جاتی ہے وہ اتنی لطیف در لطیف ہوتی ہے کہ اس کا کوئی ریکارڈ ظاہر میں نظر ہی نہیں آتا۔ اس لئے عین ممکن ہے کہ روح کا شعور ہی اس لطافت کو محسوس کرتا ہو۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس طرز کے علاج کے لئے روحانی علاج کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ وہ پیروں فقیروں والی روحانیت نہیں ہے بلکہ یہ روح کی بات ہے۔

جانوروں پر دواؤں کا اثر

حضور انور نے فرمایا کہ اس کا اثر تو جانوروں، مرغیوں اور بھینسوں وغیرہ پر بھی ہوتا ہے۔ اگر وہ روحانیت ہے تو اس کا جانوروں پر کیسے اثر ہو۔ ڈاکٹر کینٹ نے ایک دوائی کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ جانوروں کے اپھارے میں بہت اچھا اثر دکھاتی ہے۔ اس کا اشتہار چھپا کرتا ہے۔ اکسیر اپھارہ یا کیور یٹوا اپھارہ کے نام سے۔ لوگ بے شک ان سے دوائی خریدیں لیکن میں یہ بتا دیتا ہوں یہ دوائی کولچیکم ۲۰۰ (Colchicum 200) کینٹ نے پیش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب جانور کا اپھارہ اس قدر بڑھ جائے کہ ڈاکٹر کی بجائے قصاب کی طرف دوڑیں کہ کم از کم جانور کا گوشت ہی کام آ جائے تو اس وقت قصاب کی طرف جانے کی بجائے جانور کے منہ میں کولچیکم ۲۰۰ ڈال دیں تو حیرت انگیز طریق پر جسم سے ہوا خارج ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

سینگوں کے کینسر کا علاج

حضور انور نے فرمایا تاہم یہ اثر بعض اوقات نہیں بھی ہوتا۔ ہومیو پیتھی کوئی خدائی تو نہیں۔ کسی علاج میں بھی تحدی کا دعویٰ بالکل غلط ہے۔ کئی دفعہ جانور مر بھی جاتے ہیں۔ کوئی اور وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔ جانوروں کے علاج کے ضمن میں حضور انور نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب وٹرنری ڈاکٹر کا ذکر فرمایا اور فرمایا یہ بڑے انسان دوست اور سلجھے ہوئے ڈاکٹر ہیں۔ میرے ساتھ بعض دفعہ احمد نگر سائیکل پر جایا کرتے تھے۔ مکرم مبارک مصلح الدین احمد صاحب کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ بتایا کہ جانوروں کی ایک بیماری ہے سینگوں کا کینسر اس کا کوئی علاج ہمارے پاس نہیں۔ سو فیصد جانور اس میں مر جاتے ہیں۔ اس پر میں نے انہیں ایک دوائی بتائی ، سورائنم (Psorinum) ۱۰۰۰ اور کہا کہ اس کو استعمال کر کے دیکھیں۔ ڈاکٹر صاحب یہ دوائی لے گئے اور اگلے دن ملے۔ خوشی سے باچھیں کھلی ہوئی ۔ بتایا کہ بڑی کامیاب رہی ہے اور پھر ایک ہفتہ کے اندر جانور ٹھیک ہو گیا۔ اب ان کا تجربہ بتائے گا کہ کتنے جانور ان کے علاج سے ٹھیک ہوئے اور کتنے میں ناکامی ہوئی۔ حضور نے فرمایا کہ ناکامی کا بھی اعتراف کرنا چاہئے۔ ان معاملات میں حقائق کے اندر رہنا چاہئے۔ سائنسی ترقی تبھی ممکن ہے جب کامیابی کے ساتھ ساتھ ناکامی کا بھی ریکارڈ رکھا جائے۔

ولادت کے وقت کی دوا

حضور نے فرمایا ایک دوائی پلسٹیلا (Pulsatilla) ہے بہت سی خواتین میں بچے کی پیدائش کے موقعہ پر مفید ثابت ہوتی ہے۔ بعض کیسز میں سر کی بجائے پیٹھ سامنے آ جاتی ہے پیدائش کے وقت۔ ایسی صورت میں جان کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے کیسز میں عموماً اپریشن کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں پلسٹیلا ۲۰۰ استعمال کرائی جائے۔ اکثر

MOST COMPETITIVE PRICES
IN WORLD WIDE FREIGHT
FORWARDING & TRAVEL
ARIEL ENTERPRISES
26 LEGRACE AVENUE,
HOUNSLOW,
MIDDLESEX TW4 7RS
PHONE 081 564 9091
FAX 081 759 8822

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

کامیاب رہتی ہے۔ بعض دفعہ نہیں بھی رہتی ایسی صورت میں کوئی اور علاج نہ کرنا بے وقوفی بلکہ ظلم ہے ۔ اپنی کمزوری کو وقت پر تسلیم کر لینا چاہئے۔ مولوی بننا ہر علم میں بے ہودگی ہے۔ مولوی ایلو پیتھ میں بھی ہوتے ہیں اور ہومیو پیتھ میں بھی۔ جس طرح مولوی علم کے لئے خطرہ ہے اس طرح مولوی بنی نوع کے لئے بھی خطرہ بن جاتا ہے۔ کئی دفعہ ہومیو پیتھی کے علاج میں ناکامی ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کو اب کوئی اور علاج کرو۔ بعض دفعہ اگر چہ اور کوئی علاج بھی کارگر نہیں ہوا۔

حضور نے جراحی کے بارے میں فرمایا یہ ایک وسیع جہان ہے۔ جراحی کے علم میں بعض دفعہ دواؤں کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ مثلاً ہڈی ٹوٹ گئی ہے اور الگ الگ ہو چکی ہے۔ اب ہومیو کی دوائی ہڈی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر تو نہیں رکھ سکتی۔ جراحی ایک مکینیکل سائنس ہے۔ ادویہ بھی چلتی ہیں اور ہومیو پیتھی کی ادویہ بھی اس میں بہت مفید ثابت ہوتی ہیں لیکن ایسا کیس جراحی کے ماہر ہی کے سپرد کرنا چاہئے۔

حضور انور نے ہومیو پیتھی کے تجربات کے ضمن میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ سندھ میں واقع لاڑکانہ میں انور آباد دورے پر گیا۔ رات کو جب مجلس لگی ہوئی تھی تو ایک شخص کھڑا ہو گیا اس نے بہت درد کا اظہار کیا کہ میری بیوی بہت تکلیف کی حالت میں ہے۔ اس کے لئے دعا کا اعلان کیا جائے۔ اس سے میں نے پوچھا کہ بتاؤ بات کیا ہے؟ دعا تو ہم کریں گے ہی۔ اس نے بتایا کہ ایک ہومیو پیتھ آیا تھا اس نے تسہیل ولادت کی کوئی ایسی دوائی بتائی جو الٹی پڑی ہے کہ رحم کا منہ اس شدت سے سکڑ گیا ہے کہ ولادت ممکن نظر نہیں آتی۔ تشنج ایسا ہے کہ اب وقت بھی نہیں رہا کہ مریضہ کو ہسپتال لے جایا جائے۔ مجھے خیال آیا کہ جو علامات یہ بتا رہا ہے اس کا علاج کولو فائلم ۲۰۰ (Caulophylum) ہے۔ میں نے اسے دوائی دی کہ ہم دعا بھی کرتے ہیں یہ دوائی فوراً دے دو۔ وہ دوائی لے کر چلا گیا۔ اور صرف ۱۰، ۱۵ منٹ کے بعد ہی مرغی ہاتھ میں پکڑی ہوئی اور دوڑا دوڑا آیا بہت صحت مند اور پیارا بچہ دوائی دینے کے چند ہی منٹ بعد بڑے سکون و آرام سے پیدا ہو گیا۔ محبت اور شکر گزاری کے احساس سے مرغی لے کر آیا تھا۔

علم میں تکبر نہ کریں

حضور انور نے فرمایا کہ ہومیو پیتھی کوئی چٹکلہ نہیں ہے۔ یہ سائنس ہے لیکن کسی بھی علم میں تکبر اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ میں اس کو مولویت کہتا ہوں۔ اس سے پرہیز کریں۔ جہاں کمزوری ہو مان جائیں اور اس شرط کے ساتھ ہومیو پیتھی سیکھیں۔

CRAWFORD TRAVEL SERVICES
COMPETITIVE FARES TO PAKISTAN - INDIA - THE MIDDLE & FAR EAST - USA & CANADA BY PIA - AIR INDIA - BRITISH AIR - EMIRATE AIR - GULF AIR - KUWAIT AIR AND OTHER MAJOR AIRLINES
PHONE 071 723 2773
FAX 071 723 0502
Room 104, Chapel House
24 Nutford Place, London W1H

انسانی جسم کا دفاع کا اندرونی نظام

حضور انور نے انسانی دفاع کے نظام پر دوبارہ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سائنس نے اس پر گہری تحقیق کی ہے مگر ابھی تک اس سارے نظام پر محیط نہیں ہو سکے۔ اندرونی دفاع کا یہ نظام اتنا مربوط ہے اور اتنا ترقی یافتہ ہے کہ کوئی ارتقاء کی تھیوری یا نظریہ اس کا حل نہیں پیش کر سکتا۔ کہ یہ نظام کس طرح کام کر سکتا ہے۔ سائنس دان ابھی تک یہ تسلیم نہیں کر سکے۔ کہ سنٹرل نروس سسٹم کا خون کے اندر خلیوں سے کوئی تعلق ہے یا ان کا کوئی کنٹرول ہے۔ میرے خیال میں یہ نظریہ سو فیصد درست نہیں ہے۔ روح کا کنٹرول ہے چاہے نروس سسٹم کا اس سے تعلق دکھائی دے یا نہ دے۔ لیکن روح کا ہر مادے پر اثر ہے۔ دفاع کا یہ نظام اتنا مضبوط اور مکمل ہے کہ اس کو پڑھتے ہوئے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ جسم میں جب کوئی بیرونی مادہ ایسا داخل ہوتا ہے جس کو جسم قبول نہیں کرتا یا اسے خارج کرنا چاہتا ہے تو پہلے قدم کے طور پر گلینڈز کئی سیل تیار کرتے ہیں۔ وہ جاتے ہیں اور چور کی تلاش کر کے اس کے گرد گھیرا ڈال کر اطلاع بھجواتے ہیں کہ یہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ پھر جسم ایسے ذرے ریلیز (Rele-ase) کرتا ہے جو اس کے اوپر جا کر چسپاں ہو جاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ چور ہے۔ پھر دفاع کو اطلاع دیتے ہیں کہ یہ ایسی چیز ہے۔ اتنی بڑی ہے۔ اس کی یہ یہ عادتیں ہیں اور اس کو مارنے کے لئے یہ کوائف ہیں۔ پھر دفاع کے نظام میں لاکھوں سیل پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر حملے کے لئے الگ سیل (Cell) ہونا ضروری ہے۔ جو بعینہ اس مقابلے کی طاقت رکھتا ہو۔ خون اور ہڈیوں کے گودے میں اتنے وائٹ سیل (White Cell) چاہئیں وہ بھجوا دو۔ یہ وہ سیل بھجواتے ہیں جو اس بیرونی چیز پر حملہ کر دیتے ہیں اور اس کو لپیٹ کر خود بھی مر جاتے ہیں اور اس کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔ یہ دفاع ہر لحہ جاری رہتا ہے۔ حضور نے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی مثال خون کا اجتماع ہے۔ اس جگہ سوجنا شروع ہو جاتا ہے۔ گولا بننے لگتا ہے کوئی چیز ہے جس نے خون کو کھینچا ہے۔ جلد میں کوئی کیڑا ہے یا جراثیم (Germ) ہے اس نے اطلاع دی۔ خون جمع ہوا فوج نے حملہ کیا فوجوں کی لڑائی کے بعد جو کشتوں کے پشتے لگتے ہیں۔ یہ پیپ ہوتی ہے جو بن رہی ہوتی ہے۔ یہ گویا لاشوں کو نکالنے کا بندوبست ہے۔ یہ پھر جلد کی اوپر کی جھلی کو کاٹنے لگ جاتی ہے یا وہ خود نکل جاتی ہے یا جھاڑو دینے والے ادارے اس کو گردوں کے ذریعہ یا پسینے کے ذریعے باہر نکال دیتے ہیں۔

دوائیوں اور جسم کا مزاج سمجھیں

حضرت صاحب نے فرمایا اب سوال یہ ہے کہ اس نظام کو کس طرح استعمال کیا جائے۔ ہومیو پیتھی کے فلسفے کے مطابق جب کسی دوائی کا مزاج سمجھ لیا جائے تو جب کسی مریض میں بیماری دیکھیں تو اس دوا کے مطابق اس مریض کو نام دے دیں۔ کبھی آرسینک ہوگا کبھی پلسٹیلا ہوگا۔ اس مریض کی بیماری میں اگر الگ الگ دوا دینا ممکن نہ ہو تو اس کے اس کی مزاجی دوا دے دیں۔ مثلاً پلسٹیلا (pulsatilla) کے مزاج میں نرمی ہے۔ نسوانی کیفیات کا غالب ہونا ہے۔ مزاج کے ساتھ پھر اور بھی باتیں دیکھنی پڑتی ہیں جسم گرم ہے یا نہیں۔ ہاتھ پاؤں جلتے ہیں۔ بعض عورتیں سوتے میں پاؤں باہر نکال لیتی ہیں۔ بعض اوقات مزاج پلسٹیلا کا ہے مگر جسم نہیں تو پھر جسم اسے قبول نہیں کرے گا۔ بہت سے اندرونی تصادم ہو جاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ بعض بیماریاں ایکیوٹ (Acute) یعنی حاد ہوتی ہیں اور بعض کرانک (Chronic) یعنی مزمن ہوتی ہیں۔ حاد سے مراد یہ ہے کہ کوئی بیماری فوراً ظاہر ہو جاتی ہے اور جلدی مکمل ہو جاتی ہے یا ساتھ ہی لے جاتی ہے یا جلد چھوڑ دیتی ہے۔ نمونیہ، پیچش، سپٹک ڈائیریا، اسہال، ہیضہ وغیرہ اس کی مثال ہیں۔ مزمن سے مراد ایسی بیماریاں ہیں جو نسبتاً لمبا ہونے کا مزاج رکھتی ہیں مثلاً ٹائیفائیڈ بگڑ جائے تو سالوں تک چلتا چلا جاتا ہے۔

غم کی حالت کی دوا

ایک اور کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ غم سے جو لوگ پاگل ہو جاتے ہیں ان کی کیفیت میں نیٹرم میور (Nat. Mur) اثر دکھاتی ہے۔ راولپنڈی میں ایک خاتون ہومیو پیتھ ڈاکٹر تھیں، بہت ماہر تھیں۔ ان کی بہن کا ایک ایسا ہی کیس تھا اس کو یہ دوا استعمال کی گئی اور بہت اچھا فائدہ ہوا۔ وہ خاتون شکریہ ادا کرتی رہیں۔ بعض دوائیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ مثلاً Ignitia ہے ایک عام کھانے پینے والا پھل "پیتہ" ہے اس سے یہ دوا بنتی ہے۔ اس کا غم سے بہت تعلق ہے۔ غم سے پیدا ہونے والی تکالیف اور غم کی کیفیت میں عام طور پر ۳۰ کی طاقت میں دیتا ہوں۔ لیکن اگر غم گہرا اثر چھوڑ جائے تو Ignitia کام نہیں کرتی اور پھر نیٹرم میور (Nat. Mur) اثر کرتی ہے۔ حضور نے فرمایا Ignitia میں تشنج بھی پایا جاتا ہے۔ مریض کو ہچکی آتی ہے۔ ایک دفعہ ایک مریض کو ایسی ہچکی لگی جو کسی قیمت پر بند نہ ہوتی تھی۔ نکس وامیکا (Nux Vomica) اور بیلاڈونا (Bell-adonna) کا استعمال بھی ناکام رہا۔ چنانچہ تشنجی دواؤں میں اس کا علاج تلاش کیا گیا۔ ایک شدید ترین دوا جس سے مرگی بھی پیدا ہوتی ہے وہ کیوپرم (Cupr-um) ہے۔ اس سے انتڑیوں کے ہیضے میں ناقابل برداشت تشنج پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کیس میں کیوپرم دی گئی اور اسی دن شفا حاصل ہو گئی۔

حضور انور نے فرمایا ہومیو پیتھی پڑھنی ہے تو کتابوں میں لکھے گئے کو سرسری نظر سے نہ دیکھیں مزاج میں ڈوبیں اور کنہ معلوم کریں۔ ہومیو پیتھی میں شفا تو بہت ہے لیکن تشخیص بہت مشکل کام ہے۔

حضور نے اپنی صاحبزادی عزیزہ مونا صاحبہ کا ذکر فرمایا کہ قادیان کے دورے کے موقع پر اس کو سردی کا دورہ ایسا پڑا کہ جسم سرد پڑ گیا۔ قادیان میں سردی میں پھرنے کا شوق تھا کہ احتیاط نہ رہی۔ صبح بستر ہی سے نہ نکلی۔ بتایا کہ ہیٹر جلا کر لحاف میں پڑی ہوئی ہے لیکن پاؤں گرم نہیں ہو رہے۔ اس کو میں نے دوائی دی تو اس کا بیان ہے مجھے پاؤں گرم ہوتے ہوئے صاف محسوس ہوئے۔ سرسراہٹ سی ہوئی اور چند منٹوں میں پاؤں گرم ہو گئے۔

حضور نے فرمایا کہ ایلو پیتھک طریق میں یہ نظام ہی نہیں ہے۔ خدا نے دفاعی نظام کی تشخیص کا جو نظام قائم کیا ہے اگر آپ کی تشخیص اس کے مطابق نہ ہو تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اجتماعی طور پر جسم میں مقابلے کی صلاحیت ہوتی ہے اس کو ہم نے بیدار کرنا ہے۔ دفاع کی خوابیدہ طاقتیں اچانک بیدار ہو جاتی ہیں۔

آخر پر فرمایا کہ امید ہے کہ آپ لوگ باتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہوں گے۔ روحانی اور جسمانی دونوں طرح شفا دینے کا فن سیکھ لیں اور خدا کرے کہ اس طریق سے روحانی اور جسمانی دونوں شفاؤں کا طریق احمدیت کے دامن سے وابستہ ہو جائے۔

- TAHIR JEWELLERS
COMPETITIVE PRICES
FOR INDIAN JEWELLERY
SALES AND REPAIRS
43 DUCKWORTH GROVE
BRADFORD BD9 5HQ
0274 496 673

نماز جنازہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۴ جنوری ۱۹۹۴ء بروز بدھ قبل از نماز ظہر مسجد فضل کے احاطہ میں مکرم و محترم بشیر محمود صاحب آف کرائیڈن کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ اس کے ساتھ ہی حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔
(۱) مکرمہ اقبال النساء صاحبہ اہلیہ مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد۔ (صدر مجلس وقف جدید و ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ، قادیان انڈیا)۔ (۲) مکرم محمد شفیع صاحب آف ڈیالہ ضلع گوجرانوالہ۔ (۳) مکرمہ والدہ صاحبہ مشتاق احمد صاحب ظہیر۔ (پاکستان)۔ (۴) مکرمہ والدہ صاحبہ مکرم غلام نثار احمد خان صاحب آف حیدر آباد، انڈیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

حکومتی افسران کے ناروا حربے

جیسا کہ قارئین الفضل آگاہ ہی ہیں کہ مکرم محمد حسین صاحب غضنفر، معلم اصلاح و ارشاد، واجل ضلع راجن پور، ۲۳ ستمبر ۱۹۹۴ء کو ایک مقدمہ زیر دفعہ ۲۹۸ / سی تعزیرات پاکستان کے تحت ۲۴ ستمبر کو گرفتار کر کے ان پر جیل میں جسمانی تشدد بھی کیا گیا اور طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ ان پر تبلیغ کے علاوہ یہ نہایت مکروہ اور جھوٹا الزام لگایا گیا کہ وہ وی۔ سی۔ آر پر فحش فلمیں دکھاتے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ ملتان ہائی کورٹ بنچ سے ۱۹ دسمبر ۱۹۹۴ء کو ضمانت ہو گئی تھی مگر ان کی رہائی ۲۷ دسمبر ۱۹۹۴ء شام کو ہوئی۔ تین دن ہائیکورٹ سے ضمانت کے آرڈر موصول نہ ہوئے۔ اس کے بعد اسسٹنٹ کمشنر جام پور کی عدالت میں ضامن پیش کئے گئے مگر اس نے شام تک دستخط نہ کئے۔ اور اس طرح مختلف حیلوں بہانوں سے تنگ کر کے انہیں آٹھ دن مزید جیل میں رکھا گیا۔

مغربی ممالک میں کرسمس کا تہوار

(رشید احمد چوہدری - لندن)

کرسمس کا تہوار عیسائی دنیا میں بڑا تہوار گنا جاتا ہے۔ دیار مغرب میں کوئی ایک ماہ پہلے بازاروں میں رونق بڑھنے لگتی ہے۔ رنگ برنگے قمقموں کے ذریعہ رات کو چراغاں کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر تحائف بانٹے جاتے ہیں۔ کرسمس کارڈز کی فروخت سب سے زیادہ ہوتی ہے اور ہر سال نت نئے ڈیزائن کے کارڈ بازاروں میں دستیاب ہوتے ہیں۔ کرسمس کے دن خاندان کے تمام افراد اکٹھے ہوتے ہیں۔ کھانے میں ٹرکی جانور کا گوشت ضرور پکایا جاتا ہے۔ ڈرائنگ روم کو رنگ برنگی کاغذی جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے اور جن کو توفیق ہوتی ہے وہ کرسمس کا درخت اپنے گھر لے آتے ہیں اور اسے تحائف سے نیز رنگ برنگی روشنیوں سے سجاتے ہیں۔ کرسمس کے دن تمام بازار اور کام کاج بند ہوتا ہے مگر اس کے اگلے دن جسے باکسنگ ڈے کہتے ہیں دوکانوں میں سیل شروع ہو جاتی ہے جو نئے سال کے دن تک رہتی ہے اور اس طرح دوکانوں پر خاص طور پر بڑے بڑے سٹورز میں بہت رش ہو جاتا ہے۔

گزشتہ سال کے اعداد و شمار کے مطابق ماہ دسمبر ۱۹۹۳ء میں برطانیہ میں کل ۱۸ بلین پونڈ کی خریداری ہوئی تھی جو ایک ریکارڈ رقم تھی مگر اس سال پچھلے سال کے ریکارڈ کو بھی توڑ دیا گیا ہے اور کرسمس کے موقع پر تقریباً دو بلین پونڈ کی خریداری کی گئی۔

عیسائی دنیا کرسمس کا تہوار حضرت عیسیٰؑ کے یوم پیدائش کے طور پر مناتی ہے حالانکہ ۲۵ دسمبر حضرت عیسیٰؑ کا یوم پیدائش نہیں۔ قرآن مجید تو حضرت عیسیٰ کی پیدائش گرمیوں کے موسم میں بتاتا ہے جب کھجوریں پکتی ہیں۔ خود عیسائی محققین بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ دن حضرت عیسیٰؑ کا یوم ولادت نہیں۔ چنانچہ سنڈے ٹائمز کی ۱۸ دسمبر ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں Waldemar Januszczak کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں وہ نیشنل گیلری لندن میں کرسمس کے موضوع پر آرٹ کی نمائش پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آرٹسٹوں کے ان شاہکاروں میں کرسمس کی اصل کہانی سے زیادہ اپنے تخیل کا دخل ہے اور ایسی چیزیں ان کی تصاویر میں دکھائی دے رہی ہیں جن کا ذکر بائبل میں نہیں ملتا۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بیل اور گدھے کا بچے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، فرشتوں کا آسمان پر رقص کرنا وغیرہ وغیرہ سب آرٹسٹ کے تخیل کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :۔

ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا دن غلط اور پیدائش کا سال غلط مناتے ہیں اور اس سلسلہ میں تمام واقعات و حقائق کی عجیب و غریب رنگ میں توضیح کرتے ہیں۔ ہم کرسمس کے واقعات سے بخوبی باخبر ہیں اور بظاہر ان میں کوئی تفاوت نہیں پاتے مثلاً یوسف اور مریم کا بیت اللحم کی طرف جلدی سے جانا، ہیروڈ باشاہ کا حکم، یہ قانون کہ تمام رعایا پر ٹیکس لاگو کیا جائے، سرائے میں کمرے کا نہ ملنا، بچے کی نانند (کھرلی) میں پیدائش، چرواہوں کا اس کی عبادت کے لئے آنا، اس کے بعد تین بادشاہوں کا نمودار ہونا، اصطبل میں بیل اور گدھے کا بچے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، بھوسہ کا موجود ہونا، رات اور رہنمائی کرنے والے ستارے کا ظہور، ان سب کا ہم آرٹسٹوں کی تصاویر میں تو بخوبی نظارہ کر سکتے ہیں مگر بائبل میں ان چیزوں کا اشارہ تک نہیں ملتا اور جو کچھ تھوڑا بہت وہاں حضرت عیسیٰ کی معجزانہ پیدائش کے بارہ میں ذکر ہے اس میں بھی بے حد تضاد ہے مگر اس کے باوجود ہم اس آرٹ کو بڑی شان سے پیش کرتے ہیں اور ہر سال دسمبر کے آخر میں ان کو گانے یا دعا کی صورت میں، نظم یا پینٹنگ کی صورت میں دہراتے جاتے ہیں حالانکہ انسانی تخیل کا ان میں بہت زیادہ دخل ہے"۔

پھر وہ بائبل میں مندرج واقعات پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

مرقس جو انجیل لکھنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہے اور شاید وہی ہے جس نے عہدنامہ جدید میں درج شدہ واقعات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارہ میں بالکل خاموش ہے۔ اس کی کہانی حضرت عیسیٰؑ کے بپتسمہ لینے سے شروع ہوتی ہے۔

یوحنا نہ تو پیدائش کا ذکر کرتا ہے اور نہ ہی بپتسمے کا۔ متی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ جوڈیا کے قصبہ بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ہیروڈ بادشاہ حکمران تھا وہ نہ تو کسی مردم شماری کا ذکر کرتا ہے اور نہ ہی اصطبل کا یا نانند کا یا بیل کا یا گدھے یا گڈریوں کا۔ نہ ہی وہ زیتون کے درختوں کے جھنڈ کا نہ شیطانوں کا یا فرشتوں کے رقص کا کوئی ذکر کرتا ہے۔

لوقا اپنے بیان میں کرسمس کی کہانی کا آغاز موسم سرما کی رات سے کرتا ہے۔ حالانکہ ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ موسم سرما تھا یا رات تھی بلکہ میں تو اس بات کو بھی تسلیم نہیں کرتا کہ وہ موسم گرما کا دن تھا۔

لوقا، باقی سب سے زیادہ تفاصیل اپنے بیان میں درج کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس وقت Augus-tus بادشاہ نے سلطنت روم میں مردم شماری کا حکم دے رکھا تھا گویا کہ وہ متی کے بیان کی نفی کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس وقت Quirinius شام کا گورنر تھا جس کے حکم کی وجہ سے ہر شخص اپنے اپنے قصبہ یا شہر میں نام درج کرانے کے لئے گیا۔ یوسف اور مریم، بیت اللحم کی طرف بھاگے چونکہ بیت اللحم یوسف کا آبائی گاؤں تھا اور داؤد بادشاہ کی جائے ولادت۔

لوقا کے مطابق یوسف داؤد کی نسل میں سے تھا۔ متی بھی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا حقیقی باپ نہ تھا اور حضرت مریم کنواری تھیں تو حضرت عیسیٰ داؤد کی نسل میں سے کیسے ہو گئے اور پھر کیوں ان کی پیدائش داؤد بادشاہ کے قصبہ بیت اللحم میں ہوئی۔

دو ہزار سال سے یہ ایک گدھے، ایک بیل والا قصبہ معتقد زائرین کا مرجع بنا رہا ہے جو اپنے خیال میں ستارے کا تعاقب کرتے ہوئے بیت اللحم پہنچتے ہیں۔ ضمناً یہ بات بھی بتا دوں کہ لوقا نہ تو کسی ستارے کا ذکر کرتا ہے اور نہ ہی تین بادشاہوں کا جو اس کے پیچھے پیچھے آئے تھے۔

متی چند دانا اشخاص کا ذکر کرتا ہے مگر یہ نہیں بتاتا کہ وہ تعداد میں تین تھے۔ ابتدائی زمانہ کے عیسائی آرٹسٹ بھی اس بات کا فیصلہ نہ کر سکے تھے کہ وہ تعداد میں کتنے تھے اور روم کے Catacombs یعنی زمین دوز دریافت شدہ شہر میں دی گئی تصاویر میں ان کی تعداد تین سے بارہ تک ملتی ہے۔ یہ تین دانا اشخاص حضرت عیسیٰ کی وفات کے ایک ہزار سال بعد تین بادشاہ کہلائے جانے لگے اور اس وقت ان کے نام Casp-er, Balthazar, Melchior بھی بتلائے جانے لگے۔ چونکہ ہر براعظم سے ایک بادشاہ کا ہونا ضروری تھا اور اس وقت تک صرف تین براعظم ہی دریافت ہوئے تھے اس لئے Balthazar کو نیگرو بنا لیا گیا جو افریقہ کے براعظم سے آیا تھا۔ غالباً یہ پہلا سیاہ فام ہے جو مغرب کے آرٹ میں دکھایا گیا ہے۔

لوقا حضرت مریم کی کہانی کو جاری رکھتے ہوئے بتاتا ہے کہ اس نے اپنے پہلے بچے کو جنم دیا اور کپڑے کے ٹکڑوں میں لپیٹ کر نانند میں رکھ دیا کیونکہ سرائے میں ٹھہرنے کے لئے ان کو جگہ میسر نہ آئی تھی۔ وہ نہ تو اصطبل کا ذکر کرتا ہے نہ ہی ستارے کا نہ تین بادشاہوں کا، نہ بیل کا نہ گدھے کا مگر اس کے باوجود نانند کا ذکر کرتا ہے۔ دراصل سارے عہدنامہ جدید میں اصطبل کا ذکر ہی نہیں اور جیمز کی انجیل میں غار کا ذکر ملتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ یوسف نے ایک غار دیکھا اور مریم کو وہاں لے آیا۔ اسی وجہ سے اوائل دور کے اطالوی آرٹسٹ حضرت مریم کو غار میں ایک چادر پر بچے کو لیٹا ہوا دکھاتے ہیں۔ اور یوسف جسے آرٹسٹ سفید ریش بوڑھے کی صورت میں دکھاتے ہیں بائبل اس کے متعلق کچھ نہیں بتاتی۔

اس طرح بائبل میں تو چند فقرات حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے بارہ میں درج ہیں مگر ہم ان پر بنیاد رکھ کر اپنے تخیل سے ایک بہت بڑی کہانی گھڑ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان چند فقروں میں بھی متی اور لوقا کا آپس میں تاریخوں کا اختلاف ہے کیونکہ متی کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب ہیروڈ (Her-od) بادشاہ تھا۔ لوقا کہتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب Quirinius نے ٹیکس کے لئے مردم شماری کا حکم دیا۔ وہ شام کا گورنر تھا جس نے جوڈیا کا نظم و نسق سنہ ۶ عیسوی میں سنبھالا۔ اس وقت ہیروڈ کو مرے ہوئے ۱۰ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ دانا اشخاص کا وہاں آنا، بیت اللحم پر ستارہ کا ظہور، بچوں کا وحشیانہ قتل، ہیروڈ کے خوفناک منصوبے یہ تمام متی کی انجیل میں پائے جاتے ہیں مگر لوقا کی انجیل میں نہیں۔ اسی طرح گڈریوں کا وہاں آنا، سرائے سے جواب ملنا، بھوسے سے بھری ہوئی نانند کا ذکر لوقا میں تو ملتا ہے مگر متی میں نہیں۔ پھر ان تمام واقعات میں زمانے کا اختلاف ہے مگر آرٹسٹ کی تصویریں ان سب چیزوں کے امتزاج سے بنائی گئی ہیں اور ان میں جی بھر کر تفاصیل داخل کر کے اس کو خوبصورت پیشکش کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ آرٹسٹ کی تصویر میں تو لوقا کے "گڈریے"، متی کے "گھر" میں گا سکتے ہیں دانا اشخاص بادشاہ بن سکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نانند میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ یوسف کو اپنی عمر سے ۶۰ سال چھوٹی دلہن کے ساتھ دکھایا جا سکتا ہے۔ اور یہی سب کچھ کر کے ہم سردیوں کے قدیم روایتی Pagan کے تہوار کو مناتے ہیں کیونکہ یہی وہ تہوار ہے جو ۲۵ دسمبر کو منایا جاتا ہے جس کی جگہ اب کرسمس نے لے لی ہے۔

—○○○—

سیرت المہدیؑ کا ایک ورق

حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ بعض روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں :۔

میرے بچے کا نام عبداللطیف رکھا

میرا ایک لڑکا تھا جو کافی بڑا ہو گیا تھا اور وہ کھیلتا پھرتا تھا مگر میں نے اس کا نام نہیں رکھا تھا۔ میری نیت یہ تھی کہ میں اسے قادیان لے کر جاؤں گا اور حضرت صاحب سے اس کا نام رکھواؤں گا۔ کوئی اسے کسی نام سے پکارتا تھا کوئی اور کسی نام سے۔ ان دنوں صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کی تازہ ہی شہادت ہوئی تھی۔ حضورؑ کی مجلس میں صاحبزادہ صاحب کا ہی ذکر ہو رہا تھا۔ نیر صاحب نے یہ کہہ کر بچہ پیش کیا کہ حضور یہ سید عزیز الرحمٰن صاحب کا بچہ ہے۔ حضور اس کا کوئی نام تجویز فرمائیں۔ حضور نے اس محبت کی وجہ سے جو حضور کو شہید مرحوم سے تھی فرمایا:

اس کا نام عبداللطیف رکھ دو

میں اس کو شہید کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ اس کی ماں اس بات پر چیں بجبیں ہوتی تھی۔ خدا کی قدرت کچھ عرصہ بعد اس کا ہیضہ سے انتقال ہو گیا۔ اس وقت حضور کی خدمت میں عرض کی گئی کہ اسے مقبرہ بہشتی میں دفن کر دیا جائے؟ مگر حضور نے فرمایا کہ :

دوسرے قبرستان میں دفن کر دو۔ وہ لڑکا شہید ہے۔

اس طرح حضور کے مونہہ کے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے۔

—○○○—

زیور کی قربانی عورتوں کے لئے بہت بڑی قربانی ہے

ایک دفعہ حضرت ام المومنین کی بالیاں حضرت اقدس نے منشی اروڑے خان صاحب کو بننے کے لئے دیں۔ منشی صاحب نے جب بالیں بنوالیں تو ان کو لے کر قادیان آنے لگے۔ آنے سے قبل انہوں نے میری بیوی کو دکھائیں۔ میری بیوی نے کہا کہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اپنی سونے کی آرسی بھی رکھ دوں۔ میں نے خوشی سے اجازت دے دی۔ تب انہوں نے وہ آرسی بھی منشی صاحب کو دے دی۔ اور وہ لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے آرسی دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے؟

منشی اروڑے خان صاحب نے عرض کیا یہ عزیز الرحمٰن صاحب کی بیوی نے نذرانہ بھیجی ہے اور یہ ایک زیور ہے جو عورتیں پہنتی ہیں۔ آپ نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا:

" عورت کا ایمان ان کا زیور ہے۔ وہ زیور پر اپنی جان تک قربان کر دیتی ہے۔ مگر اس عورت کا ایمان کس قدر زبردست ہے کہ اس نے زیور سی چیز اپنے سے جدا کر دی"۔

اس پر بہت سے دوستوں نے مجھے مبارک بادی کے خطوط لکھے۔

—○○○—

بقیہ: اسلام میں مذہب اور سیاست

اسے اس بارہ میں پوری پوری آزادی حاصل ہونی چاہئے۔ یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ البتہ پاکستان میں احمدیوں کو یہ آزادی حاصل نہیں ہے تاہم یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے ورنہ بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ اصل الاصول یہی ہے کہ ازروئے قانون طریق عبادت میں کوئی مداخلت نہیں کی جا سکتی اور نہ کوئی رکاوٹ ڈالی جا سکتی ہے۔

سو عام دنیوی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ زندگی کے اکثر شعبوں میں شریعت کو ملکی قانون کی شکل دیئے بغیر اس پر باقاعدہ عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ آپ نے لیکچر کے دوران فرمایا ہے کہ پاکستان کے وزیر اعظم جناب نواز شریف نے فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان میں شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں لایا جائے گا۔ اس ضمن میں انہوں نے کسی تفصیل میں جائے بغیر صرف قرآنی نظام کا حوالہ دینے پر اکتفا کیا ہے۔ یہ کسی نظام کو عملی جامہ پہنانے کا صحیح طریق نہیں ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ نے اس مضمون کا مطالعہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ تحقیق و تدقیق سے کام لے کر اصل حقائق تک پہنچنے کو کوشش کی ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کی رائے میں ایک ملک کو کس قسم کی قانون سازی کرنی چاہئے؟ اس ضمن میں بہت سی الجھنیں سامنے آتی ہیں مثلاً یہی کہ جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے شریعت کو درمیان میں آنے دیا جائے یا نہ آنے دیا جائے؟ اگر آنے دیا جائے تو کیا ملکی ضرورت کے پیش نظر شرعی قوانین میں ترمیم و تنسیخ سے کام لینا درست ہوگا؟ کیا بہتر ہوگا کہ سیکولر نوعیت کی قانون سازی پر اکتفا کیا جائے؟ آپ کے نزدیک ان تمام الجھنوں کا حل کیا ہے؟

جواب:۔ اس سوال کے دریافت کرنے پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ مجھے اپنے خطاب کے دوران اس پہلو پر بھی روشنی ڈالنی چاہئے تھی۔ حقیقۃً یہ ایک اہم موضوع ہے کہ اسلام میں حکومت کا کیا تصور پیش کیا گیا ہے؟ اسے حل کرنا بہت ضروری ہے۔

میں نے بہت گہرائی میں جا کر اس موضوع کا مطالعہ کیا ہے۔ گزشتہ صدی کے مسلمان سکالرز نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے۔ میں نے قریباً سب کو ہی پڑھا ہے اور سب کے ہی نظریات سے آگاہ ہونے کی کوشش کی ہے۔ وہ سب اس مسئلہ کو مناسب طور پر حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ اگر اسلام ایک ایسی حکومت تجویز کرتا ہے جو خدا کی نمائندہ حکومت ہے تو پھر اس مسئلہ کا ایک اور زاویہ نگاہ سے جائزہ لینا ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر اسلام ایک ایسے نظام حکومت کی اجازت دیتا ہے جو بہت سے دوسرے مذاہب اور اقوام کے مابین مشترک ہے تو پھر مختلف نقطہ نگاہ سے کام لینا ہوگا۔

میرے نزدیک اول الذکر صورت حال کا یہاں سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اسلام ہر دوسرے مذہب اور ہر دوسرے سیاسی نظام سے بڑھ کر سیکولر طرز حکومت کی حمایت کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ بات حیران کن ہوگی لیکن میں قرآن کے حوالہ سے اسے ثابت کر سکتا ہوں۔ سیکولرازم کی روح یا لب لباب یہ ہے کہ مذہب، عقیدے، مسلک، رنگ و نسل اور گروہی اختلافات سے یکسر بالا ہو کر کامل عدل سے کام لیا جائے۔ جڑ اور بنیاد کے طور پر یہ ہے سیکولرازم کی اصل تعریف۔ جہاں تک امور مملکت کی انجام دہی اور دیگر متعلقہ معاملات نپٹانے اور طے کرنے کا تعلق ہے بعینہ یہی تعلیم قرآن دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

"ان اللہ یامر بالعدل"

(النحل: ۹۱)

ترجمہ: اللہ یقیناً عدل کا حکم دیتا ہے۔

اور پھر اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرماتا ہے:

"ولا یجرمنکم شنئان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی"

(المائدہ: ۹)

یعنی تمہارے اور دوسرے لوگوں کے مابین کیسی ہی دشمنی کیوں نہ ہو وہ تمہیں کامل عدل سے ہرگز ادھر ادھر نہ ہونے دے۔ ہمیشہ عدل کرو، ایسا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

مراد یہ ہے کہ جب تم برسر حکومت ہوتے ہوئے اپنی ریاستی ذمہ داریاں ادا کرتے ہو تو ان ذمہ داریوں کو قلبی طور پر کامل عدل سے ادا کرو۔ جب عدل کو حکومت کے مرکزی نکتہ اور اس کی بنیادی ذمہ داری کے طور پر تسلیم کر لیا گیا تو پھر اسلامی قانون کو غیر مسلموں پر کیسے عائد اور نافذ کیا جا سکتا ہے؟ ایسا کرنا عدل کے خلاف ہوگا اور اس کے نتیجہ میں بہت سے تضادات اٹھ کھڑے ہوں گے۔

اگر آپ اس اہم اور بنیادی نکتہ کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو آپ یہ جان کر حیران ہونگے کہ اسلامی تعلیم کی جو توجیہہ میں بیان کر رہا ہوں اور جسے میں سو فیصد درست اور صحیح سمجھتا ہوں وہ ایک ایسی توجیہہ ہے جو بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے رو سے بھی کانٹے کی تول پوری اترتی اور درست ثابت ہوتی ہے۔ مدینہ میں جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مستقل طور پر جا آباد ہوئے تھے یہودیوں اور دوسرے مذاہب والوں سے آپؐ کا رابطہ قائم ہوا۔ انہوں نے آپ کو اپنا مذہبی تو نہیں لیکن سیاسی لیڈر تسلیم کر لیا۔ وہ ایک معاہدے کی رو سے جو "میثاق مدینہ" کے نام سے موسوم ہے اس امر پر متفق ہوگئے کہ وہ آپؐ کے اعلیٰ و ارفع جذبہ انصاف پر پورا بھروسہ رکھتے اور اعتماد کرتے ہوئے اپنے تمام تنازعات تصفیہ کے لئے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا کریں گے اور انہیں آپؐ سے ہی طے کروایا کریں گے۔ اس وقت اسلامی قانون پہلے نازل ہو چکا تھا۔ یہودی اپنے تنازعات کے سلسلہ میں رہنمائی اور فیصلہ کے لئے آپؐ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ہر دفعہ جب بھی یہود اپنا کوئی مقدمہ آپؐ کی خدمت میں لاتے تھے آپ اسلامی قانون ان پر ٹھونسنے اور اسے زبردستی نافذ کرنے کی بجائے بلا تخلف ان سے یہ ضرور دریافت فرماتے تھے کہ "تم تنازعہ کا فیصلہ یہودی قانون اور اسلامی قانون میں سے کسی قانون کے تحت طے کرانا چاہتے ہو یا یہ چاہتے ہو کہ میں ثالثی کے ذریعہ اس کا فیصلہ کردوں۔ ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ نے کسی ایک فریق کے خلاف جو مسلمان نہ تھا اور اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرانے پر راضی نہ تھا اسلامی قانون زبردستی نافذ کیا ہو۔ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی کہ کبھی آپؐ نے ایسا کیا ہو۔ یہ ہے وہ عدل جسے میں حقیقی اور کامل عدل کہتا ہوں۔ ایک حقیقی اسلامی حکومت کے لئے (اگر وہ فی الحقیقت اسلامی حکومت کہلانے کی متمنی اور مدعی ہو) ناگزیر ہے کہ وہ باشندگان ملک کی مرضی اور منشاء کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے قانون سازی کے ذریعہ حقیقی اور کامل عدل کو اپنا شعار بنائے اور اسے بہر طور قائم کر کے دکھائے۔ بصورت دیگر وہ اسلامی حکومت کہلانے کی مستحق نہ ہوگی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی حکومت اسلامی ہوتے ہوئے بھی ایک سیکولر حکومت ہوگی۔

سوال:۔ اگر آپ مختلف نوعیت کی قانون سازی روا رکھیں گے یعنی ہندوؤں کے لئے الگ قانون سازی ہو، عیسائیوں کے لئے الگ ہو اور اسی طرح دوسرے مذاہب والوں کے لئے دیگر انواع کی قانون سازی عمل میں لائی جائے تو اس سے تو معاشرہ میں بڑی گڑبڑ اور الجھن رونما ہوگی۔

جواب:۔ یہی تو وہ امر ہے جس کی طرف میں توجہ دلا رہا ہوں۔ میں یہ تجویز نہیں کر رہا کہ ہر سیاسی حکومت انواع و اقسام کی قانون سازی کا اہتمام کرے۔ جس سے مختلف مذاہب کی مقتضیات علیحدہ علیحدہ پوری ہو سکیں۔ موجودہ حکومتوں کے وسیع تر تناظر میں ایسا کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی قابل عمل ہے۔

جناب صدر کے اختتامی کلمات

ہم یہاں مختلف مذہبی جماعتوں والے باہم مل جل کر باہمی مفاد کے کام انجام دے رہے ہیں۔ ہم میں عیسائی بھی ہیں، ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔ ہم باہمی تعاون و اشتراک سے کام لیتے ہوئے بہت صحت مند بنیادوں پر اپنے جملہ امور انجام دے رہے ہیں۔ میں یہاں کی تمام تنظیموں کی طرف سے خلوص دل کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ جب آپ سرینام سے واپس تشریف لے جائیں گے تو آپ ہمارے اس وطن کے بارہ میں بہت اچھے خیالات و جذبات کے ساتھ یہاں سے رخصت ہونگے اور یہاں اپنے بے شمار نئے دوست احباب اپنے پیچھے چھوڑ جائیں گے جو ہمیشہ آپ کو یاد رکھیں گے۔ میری تمنا ہے آپ کا سفر خیر و عافیت سے گزرے اور بہت کامیاب مراجعت پر منتج ہو۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

آپ کا رہن سہن بڑا صاف ستھرا تھا، بشاشت سے پیش آتے، تبسم آپ کے چہرے پر جھلکتا رہتا۔ آپ زور سے قہقہہ نہیں لگایا کرتے تھے۔ کبھی ہنسی آئے اور قہقہہ نکلے تو ہاتھ رکھ لیتے تھے یا پگڑی کے شملے سے اپنے منہ کو ڈھانپ لیتے تھے۔ تبسم آپ کے چہرے پر ہمیشہ کھیلتا رہتا تھا۔ خدا کے خوف سے فکرمند رہتے لیکن ترش روئی اور خشکی نام کو نہ تھی، منکسر المزاج تھے لیکن اس میں کسی کمزوری، پست ہمتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے سخی لیکن بے جا خرچ کرنے سے ہمیشہ بچنے والے۔ نرم دل، رحیم و کریم، ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آنے والے یعنی "بالمومنین رؤوف رحیم" تھے۔ اتنا پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے کہ ڈکار ہی لیتے رہیں (نعوذ باللہ من ذالک) کبھی حرص و طمع کے جذبے سے ہاتھ نہ بڑھاتے بلکہ صابر و شاکر اور کم پر قانع رہنے والے تھے۔

یہ وہ تصویر ہے جسے ہمیں اپنی زندگیوں میں دوام بخشنا ہے۔ ان سب باتوں میں ویسے نہ سہی کچھ نہ کچھ تو ایک، دو، چار قدم ان سمتوں میں آگے بڑھائیں۔ اگر ہم اس کی تھوڑی سی بھی نقل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ حسن اتنا قوی ہے، اتنا طاقتور ہے کہ اس کی تھوڑی سے جھلک بھی دنیا کو مغلوب کرنے کے لئے کافی ہے۔

پس آج جب کہ دعوت الی اللہ کا دور ہے جب خدا کے فضل سے آسمان سے ایسے سامان اتر رہے ہیں، ایسی ہوائیں چل رہی ہیں کہ تھوڑے کئے پر بھی بے شمار پھل ملنے لگے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے پھل خدا نے پہلے سے لگا رکھے تھے ہم درختوں کو ہلانا بھی نہیں جانتے تھے۔ اب ہلاتے ہیں تو پھل گرتے ہیں۔ پس ایسی صورت میں یہ پھل ان پاک جھولیوں میں گرنے چاہئیں جن کے وہ لائق ہوں۔ وہ ان کی حفاظت کر سکیں ان کی خوبیوں کو دوام بخش سکیں۔ ایسے پھل نہ ہوں کہ جو آئیں اور ہماری غفلتوں سے ضائع ہو جائیں۔ پس ہمیں اپنے آپ کو تیار کرنا ہے، محنت کرنی ہے، ان ہواؤں کے رخ پر چلنا ہے جو آسمان کے حکم سے چلی ہیں اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس غلبہ اسلام میں آپ کا حسن خلق ہے جو سب سے بڑا کردار ادا کرے گا۔ کوئی دلیل، کوئی علم اس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ محمد رسول اللہ کے خلق لے کر چلیں تو فتح آپ کے قدم چومے گی۔ قلعے آپ کے لئے دروازے کھول دیں گے۔ تمام دنیا کی فتح کا راز حسن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہے۔ یہ وہ کنجی ہے جس سے ہر تالہ کھل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

Kenssy
Fried
Chicken
TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

حضور نے فرمایا کہ ربوہ پر جیسی پابندیاں ہیں ویسی اور نہ پاکستان میں کہیں ہیں نہ دنیا بھر میں کہیں ہیں یہاں تک کے چھوٹے چھوٹے بچے جو صبح کے وقت نماز کے لئے لوگوں کے جگانے کے لئے درود پڑھتے ہوئے جا رہے تھے، صلی علیٰ نبینا صل علیٰ محمدؐ کے گیت گا رہے تھے، ان کے خلاف بھی مقدمے بنائے گئے۔ حضور نے فرمایا کہ جھوٹ اور فتنے کی تلوار ہر وقت ان کے سر پر لٹکی رہتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ربوہ میں یہ صحت مند رجحان ایک دفعہ پھر شروع ہو چکا ہے کہ جب بھی یہاں کوئی خطبہ ہو یا جلسہ ہو تو سب دکانیں بند ہو جاتی ہیں اور لوگ ٹیلی ویژن کے مراکز کے گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہم آج بھی اہل ربوہ کو اہل پاکستان کو اور لاڑکانہ اور سندھ اور کراچی کو بھی خاص طور پر دعاؤں میں یاد رکھیں گے جو اسی طرح اپنے مخالف موسم سے لڑ رہا ہے اور بڑی بہادری سے لڑ رہا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ جہانتک مخالف موسم سے لڑ کر اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کا خیال ہے اس سلسلہ میں چوہدری محمد علی صاحب کا ایک شعر مجھے بہت پسند ہے اور وہ یہ ہے ؎

وہ ایک بزرگ شجر لڑ رہا تھا موسم سے
کہ پھولنا تھا اسے برگ و بار دینا تھا

حضور نے فرمایا کہ اس شعر کو میں حضرت مسیح موعودؑ پر چسپاں کرتا ہوں کیونکہ اس زمانے میں اسلام کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی وہ پودا ہیں جن کو خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا اور پھر آپ نے اس فیض کو جماعت پر عام کر دیا اور تمام دنیا کی جماعت احمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔ پس یہ وہ شجر ہے جو جس طرح اس وقت کبھی تنہا تھا اور تنہا لڑ رہا تھا پھر اس نے شاخیں نکالیں تو سب شاخیں اس عظیم جہاد میں شامل ہو گئیں۔ اب وہ درخت دنیا کے مختلف ممالک میں پیوست ہو چکا ہے اور وہ شاخیں زمین کی طرف شفقت اور نرمی اور رحمت کے ساتھ جھکتی ہیں اور پھر ان میں سے نئی نئی جڑیں زمین میں پیوست ہو کر اور بہت سے شجر مختلف ملکوں میں لگا رہی ہیں۔ پس یہ سارے شجر آج موسم سے لڑ رہے ہیں اس لئے نہیں کہ محض ان کی بقا کا سوال ہے۔ یہ درخت دنیا کی بقا کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ اس لئے لڑ رہے ہیں کہ جانتے ہیں کہ اگر یہ سایہ اٹھ گیا تو اس دنیا پر پھر کبھی کوئی اور سایہ نہیں رہے گا اور مادہ پرستی کی دھوپ سے اور روحانی بھوک اور پیاس سے بچانے کے لئے آج یہی شجر ہے جو روحانی اور آسمانی پرندوں کی آماجگاہ ہے۔ پس اس پہلو سے جو عالمی جہاد میں تمام دنیا میں دعوت الی اللہ کے ذریعہ سے جاری ہے اس کی یہ روح ہے اور یہ اس کا فلسفہ ہے جسے ہمیشہ ہمیں سمجھنا چاہئے کہ ہم اپنی بقا کے لئے نہیں بلکہ دنیا کی بقا کے لئے لڑ رہے ہیں۔ یہ دعوت الی اللہ کا پیغام ہے اس میں ہرگز تعداد مقصود نہیں کیونکہ محض تعداد کی اپنی ذات میں کچھ بھی حیثیت نہیں۔

حضور نے فرمایا کہ ایسے لوگ جو خدا کی خاطر تعداد کی کثرت پر ٹھوکر مار کر ایسی اقلیت میں داخل ہو جائیں جسے دنیا حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہو ان کے متعلق خدا نے اپنے اوپر فرض کر لیا ہے کہ وہ ان کی تعداد کو بڑھاتا ہے اور غلبہ بخشتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ پس یہ تھوڑے سے لوگ جن کو آپ قادیان میں دیکھ رہے ہیں وہ چند محصور لوگ جو پاکستان میں محصور ہیں اور ربوہ شہر میں بس رہے ہیں ان کی بے بسیوں اور بے چارگیوں کو نہ دیکھیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اے دنیا والو! کہ یہی ہیں جو غالب آنے والے ہیں، وہ دن دور نہیں کہ یہ اقلیتیں اکثریتوں میں تبدیل کر دی جائیں گی اور تمہاری اکثریتیں معمولی اقلیتوں میں تبدیل کر دی جائیں گی۔ یہ دور شروع ہو چکا ہے۔ اس کے آثار دن بدن اور نمایاں طور پر ظاہر ہو رہے ہیں جو بس چلتا ہے کر دیکھو، جو زور لگا سکتے ہو لگا لو خدا کی اس تقدیر کو تم بدل نہیں سکتے کہ خدا اور اس کے بھیجے ہوؤں نے ضرور غالب آنا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دور وہ دور ہے جس میں ایک بزرگ شجر نے بہت کونپلیں نکالنی ہیں، بہت بڑھنا ہے، بہت نشوونما پانی ہے، دنیا پر اس کے سائے وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے جائیں گے۔ حضور نے احباب جماعت کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ دعوت الی اللہ کے لئے جتنی محنت درکار ہے اس محنت کے درجے میں کچھ کمی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ بڑے جذبے اور ولولے کے ساتھ جماعت میں وہ پاک گروہ پیدا ہو رہے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد دعوت الی اللہ بنا لیا ہے مگر کمی اس پہلو سے ہے کہ جماعت میں ابھی بہت سی گنجائش باقی ہے۔ کثرت سے ایسے احمدی آج بھی ہر ملک میں موجود ہیں جو دیکھ تو رہے ہیں اور ان قربانی کرنے والوں کے پھلوں سے لذت تو پا رہے ہیں لیکن اس محنت میں شریک نہیں ہو رہے۔

حضور نے فرمایا کہ وہ زراع جو دعوت الی اللہ کا کام کرنے والے ہیں جن کا ذکر ایک جماعت کے طور پر قرآن کریم بیان فرماتا ہے وہی ہیں کہ جب ان کی دعوت الی اللہ کو پھل لگتے ہیں تو پھر وہ ان کی پرورش کرتے ہیں، ان کی صحت پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ آپ کو بھی یہ اسلوب سیکھنے ہونگے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کا ان کاموں میں ہاتھ بٹانا ضروری ہے۔

حضور نے فرمایا کہ یہ مماثلتوں کا دور ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دن رات دعوت الی اللہ کے لئے محنت کی ہے اب وہ دن آ گئے ہیں کہ جماعت میں سے چند نہیں بلکہ جہانتک ممکن ہو سب بڑے اور چھوٹے مرد اور عورتیں تمام تر اس معاملہ میں اپنی ذات کو اس طرح جھونک دیں کہ یہ مقصد اول ہو جائے اور دنیا میں زندہ رہنا اور دنیا کی ضرورتیں پوری کرنا یہ ثانوی مقصد ہو، اول مقصد نہ رہے۔

حضور نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت الی اللہ کے لئے اٹھائی جانے والی محنتوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ وہ درخت ہے جو کسی موسم کا انتظار نہیں کرتا ہر موسم میں نشوونما پا رہا ہے، نئے نئے شگوفے پھوٹ رہے ہیں۔ ایک مسلسل جدوجہد کا تذکرہ ہے جو کسی لمحہ بھی ختم نہیں ہوتی اور ہمیشہ نئی نئی شاخیں اس درخت وجود میں پھوٹتی چلی آ رہی ہیں جو ثمربار بنتی چلی جا رہی ہیں۔ اس پہلو سے حضور نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جواب کام شروع کر بیٹھے ہو یہ ہاتھ سے رکھنے والا نہیں بلکہ زندگی بھر کا ساتھ ہے۔ کیونکہ ہر موسم میں اس نے پھل دینا ہے۔ اور اس مقصد کی خاطر یہ کل جہان کا مقابلہ کر رہا ہے کہ اس کے پھول اور پھول سے ساری دنیا میں از سر نو تازگی ہو۔ تمام دنیا کی بہاریں اس ایک درخت کی بہار پر منحصر ہو چکی ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ دعوت الی اللہ میں محبت کے جذبوں کو شامل کریں۔ خالق اور تخلیق کے رشتوں پر غور کریں اور ایسی نونہال شاخیں نکالیں جن کو دیکھ کر ہم ترو تازہ ہوں۔ حضور نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالے سے مبلغین اور واعظین کی صفات کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مخالف مولوی ہمارا نقارہ بجا رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئیوں کے پورا کرنے کا موجب بن رہے ہیں۔ یہ نقارہ بجاتے ہیں اور شور ڈالتے ہیں مگر اس آواز کو سن کر لوگوں کی توجہ جماعت کی طرف ہو جاتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ قادیان کو دنیا میں شہرت ملے گی اب عجیب اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اگر یہ لوگ شریفانہ طور پر جماعت کا نام لیتے تو شاید یہ مضمون اس طرح پورا نہ ہوتا۔ ان کی دشمنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئیاں پورا کرنے کا موجب بن جاتی ہیں۔ یہ جماعت احمدیہ کو قادیانیت کہہ کر پکارتے ہیں اور ساری دنیا میں اس طرح سے قادیان کا چرچا ہو رہا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے یہ لوگ قادیانی احمدی کہہ لیں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ حقیقت میں قادیان دارالامان سے جو برکتیں پھوٹی ہیں وہ اس نام کو بھی ساتھ ساتھ لئے پھرتی ہیں۔ جیسے پھول کا تصور خوشبو لے کر اڑتی ہے اس طرح آج دنیا میں احمدیت کی تبلیغ قادیان کی اس مقدس بستی کا نام بھی ہر طرف لئے پھرتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ جہاں تک اسلام کی موجودہ زوال کی حالت کا تعلق ہے تو اس کے متعلق پہلے سے خبر دے دی گئی تھی اور انشاء اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے احمدی غلاموں کو ہی توفیق ملے گی کہ وہ اسلام کو اس ادنیٰ حالت سے اٹھا کر اس اعلیٰ مقام تک پہنچائیں گے جو اسلام کا اصل مقام ہے۔

حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پڑھ کر سنایا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ عمر بڑھانے کا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے کہ انسان خلوص اور وفاداری کے ساتھ اعلاء کلمۃ الاسلام میں مصروف ہو جاوے اور خدمت دین میں لگ جاوے اور آج کل یہ نسخہ بہت ہی کارگر ہے۔ اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ارشاد کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر کچھ کر کے دکھانے والے ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ "کچھ کر کے دکھانے" کا مطلب ہے کہ ایسی تبلیغ کریں جس کو پھل لگ چکے ہوں۔ خالی رپورٹوں کا فائدہ نہیں۔ فرمایا کہ آج بھی ہندوستان کی بھاری اکثریت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی سے بے خبر پڑی ہے۔ پس ہندوستان میں دعوت الی اللہ کے کام کو اس نوعیت سے جاری کرنا چاہئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو پڑھ کر ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کی روایت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت میں تبلیغ اسلام کا جوش اس قدر تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ اس جوش سے میرا دماغ نہ پھٹ جائے۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعوت الی اللہ کے لئے مختلف طریق اختیار فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ نے ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان باصفا کو دعا اور تضرع اور استخارہ کے ساتھ جناب الٰہی میں توجہ کر کے آپ کے دعویٰ کی صداقت معلوم کرنے کی تجویز پیش فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں اچھے لوگوں کی تلاش کریں اور ان میں بیج بوئیں اور ایسا بیج بوئیں کہ آسمان سے اس بیج کی نشوونما کے لئے اللہ کی رحمتیں اتریں اور اس کے لئے جس حکمت کی ضرورت ہے اسے کام میں لائیں۔ وہ جو متقی ہیں جن سے قرآن ہدایت کا وعدہ کرتا ہے اپنی نظر میں جہاں تک ممکن ہے ان کا چناؤ کر کے ان کو پیغام دیں گے تو پھر دیکھنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیسے نیک نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے متعلق جو متعدد صلحائے امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی اور انہوں نے آپ کی تصدیق کی اس سلسلہ میں حضور نے خواجہ غلام فرید صاحب" چاچڑاں شریف والے کے مکتوبات، حضرت سید گلاب شاہ" صاحب لدھیانوی اور پیر صاحب جھنڈے والے"، مولوی عبداللہ غزنوی صاحب، پیر صاحب العلم، حضرت صاحب کوٹھے والے اور پیر سراج الحق صاحب کی شہادات پیش فرمائیں۔

حضور نے فرمایا کہ ان علماء کو اپنے حال پر چھوڑ دیں جو تکذیب میں وہاں تک جا پہنچے ہیں کہ اب ان کی طرف سے بظاہر کوئی امید دکھائی نہیں دیتی۔ اس لئے ان کو کسی ایسے استخارہ کی طرف بلانا درست نہیں۔ پاک روحوں کی تلاش کریں اور پاک فطرت لوگوں کو بتائیں۔ حضور نے ہندوستان میں کچھ عرصہ پہلے کوئمبتور میں ہونے والے ایک مناظرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جماعت کے آدمیوں سے کہا کہ ان تمام ہندوستان کے مولویوں کو میری طرف سے یہ چیلنج دیں کہ تم اپنے زعم میں کامل یقین رکھتے ہو کہ مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان کے اترے بغیر مسائل حل نہیں ہونگے۔ وہ اتریں گے تو یہ ذلت عزتوں میں تبدیل ہوگی۔ وہ اتریں گے تو مسلمانوں کو عالمی غلبہ نصیب ہو گا تو پھر مناظروں میں کیا پڑے ہو۔ اس صدی کے گزرنے میں اب چند سال باقی ہیں۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب مولوی مل کر اگر کسی طرح صدی سے پہلے پہلے مسیح کو اتار دو تو تم میں سے ہر ایک کو ایک کروڑ روپیہ دونگا۔ شاید پہلے ایک لاکھ کا اعلان کیا تھا لیکن اب تو صدی سر پر آ گئی ہے اور مجھے جلدی پڑی ہے ایک کروڑ روپیہ ہر اس مولوی کو جو یہ دعویٰ ہی کر دے کہ میری کوششوں سے اترا ہے اور میری دعائیں قبول ہوئی تھیں۔ میں بحث نہیں کروں گا اور مان جاؤں گا۔ ایک ایک کروڑ کی تھیلی ان کو پکڑا دی جائے گی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ یہ بے چارے مسیح کو کہاں اتار سکتے ہیں۔ مسیح تو بہت پاک وجود ہے۔ دجال کے گدھے کو ہی پیدا کر دیں۔ اگر صدی ختم ہونے سے پہلے وہ دجال کا گدھا ہی بنا کر دکھا دو جس کے آئے بغیر مسیح نے نہیں آنا تو پھر ایک ایک کروڑ روپیہ ہر مولوی کو دیا جائے گا۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ مسیح کو اتاریں اور جھگڑا ختم ہو۔

حضور نے فرمایا کہ میں اور میری جماعت تو پہلے بھی مسیح کو مانے ہوئے ہیں، ایک اور مسیح کو ماننے میں ہمیں کیا

باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095
Vol.2 Friday, January 13, 1995 No. 2

شذرات
(م-ا-ح)

جب کچھ لوگ جھوٹ کے مقابلے کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں تو اول تو جوش مسابقت میں انہیں یہ یاد نہیں رہتا کہ اس موضوع پر وہ پہلے کیا گوہر افشانی کر چکے ہیں اور دوسرے جب گرمی گفتار میں نہلوں پر دہلے مارتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے کہ اس طرح تو ساری بازی ہی بگڑ رہی ہوتی ہے۔ دیکھنے سننے والے کس کو سچ مانیں اور کس کو جھوٹ۔ احمدیوں کے بارے میں کچھ پیشہ ور کذاب جو نت نئے جھوٹ گھڑتے ہیں ان میں ایسی مضحکہ بار اور عبرت آموز مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ ایک کچھ کہتا ہے دوسرا کچھ۔ ایسے واقعات بھی ہیں جہاں باوا جان ایک کہانی سنا کر آنجہانی ہوئے مگر فرزند ارجمند نے اس سے اختلاف کر کے اپنے طوطے مینا بالکل مخالف سمت کی طرف اڑا دئے۔ اور ابا کے ایصال ثواب کے لئے کہہ دیا کہ ان کے سامنے پورے کوائف موجود نہیں تھے اس لئے ان کا بیان (یا دروغ بافی) درست نہیں اب میں نے "تحقیق و تفتیش" کے بعد اصل حقائق کا سراغ لگایا ہے اس لئے میری مانو اور نباش اول سے در گزر کرو۔ ہم انتظار میں ہیں کہ اب ان کے بعد ان کا صاحبزادہ کیا غواصی کرتا ہے۔ بہر حال یہ کہانی پھر کبھی سہی۔ اس وقت تو باب مفاعلہ میں مکاذبہ کے کچھ نمونے پیش خدمت ہیں۔

☆ مسلک اہل حدیث کے داعی، مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ترجمان، ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور نے اپنے شمارہ نمبر ۳۷ بابت ۳۰ ستمبر ۱۹۹۴ء میں یہ دھماکہ کیا ہے:

"ہمارے ملک میں اب جو سیاسی افراتفری، بدامنی، قتل و غارت اور جو سیاسی محاذ آرائی جاری ہے۔ یہ سب امریکہ کے اشاروں سے قادیانیوں کا کیا دھرا ہے۔ ہم موجودہ حکومت سے واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ قادیانیوں کو تفتیش میں شامل کر کے آپ موجودہ سیاسی بے چینی کا جب پس منظر تلاش کریں گے تو قادیانی لمبے ہاتھ اور قادیانی شہہ دماغ آپ کے سامنے آ جائیں گے"۔

لیکن روزنامہ خبریں کے ۸ نومبر ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں ملوں کے جس فورم کی تفصیل شائع ہوئی ہے اس میں کسی مولانا ریاض درانی سے یہ قول منسوب ہوا ہے

"تمام لڑائیاں اور فرقہ وارانہ فسادات حکومت خود کروا رہی ہے"۔

اور بر سبیل تذکرہ، حکومت کے ترجمانوں اور سیاسی مبصروں کی تحقیق یہ ہے کہ ساری بدامنی اور فساد فرقہ پرست ملاؤں کا کارنامہ ہے۔ اُن کے بیانات کی تفصیل ہم قبل ازیں ایک نوٹ میں دے چکے ہیں۔ اب کس کی مانیں اور کس کی نہیں۔ ایسے شوشے چھوڑنے سے پہلے یہ آپس میں صلاح مشورہ کیوں نہیں کرتے اور اپنے نوٹس (Notes) ملا کیوں نہیں لیتے۔

اسی ہفت روزہ اہل حدیث نے جب احمدیہ ٹیلی ویژن وغیرہ کے بارے میں اپنی اس تکلیف کا اظہار کیا کہ:

"دنیا کی درجن بھر معروف زبانوں میں جلسہ کی کاروائی کو قادیانی انٹرنیشنل ٹی وی اور ریڈیو سے ٹیلی کاسٹ کرنا ایک عوامی جماعت کے بس کی بات نہیں۔ اس پر کروڑوں ڈالر کے مصارف اٹھتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی خطیر رقم انہیں کہاں سے ملتی ہے"۔

(ایضاً ـ ۱۰)

تو "خبریں" کے فورم میں شامل حافظ زبیر احمد ظہیر نے اس سوال کا یہ جواب دے کر ان کی مشکل آسان کر دی:

"ان کا ٹی وی چینل چلانے کے لئے انڈیا نے رقم فراہم کی ہے"۔

گویا ہندوستان کے شہریوں پر ٹیکس سے جمع کردہ بجٹ میں سے کروڑوں ڈالر احمدیہ جماعت کو اسلام کی تبلیغ کے لئے مل رہے ہیں۔ اور بھارتی پارلیمنٹ میں کوئی لالہ اس پر معترض نہیں ہوتا۔ کیا کوئی صحیح الدماغ شخص ایسی بے بنیاد اور بے فہمی بات کو تسلیم کر سکتا ہے؟ غالباً ان حافظ صاحب کو "کروڑوں" کی مقدار کا اندازہ نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ ایک ڈالر کتنے کا ہوتا ہے۔

اور اب ایک مسیتی ملا کی لاف زنی سے "لطف اندوز" ہوں جس میں خبریت یا سنسنی سے زیادہ "دون کی لینے" کا عنصر نمایاں ہے۔ "خبریں" کے فورم یعنی جھوٹ کے دنگل میں ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا زاہد الراشدی نے کہا۔

"ایک مرتبہ سابق امریکی سفارت کار رچرڈ ٹلی جہلم کے قریب چک سکندر کی فائلیں دیکھ رہے تھے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا دیکھ رہے ہیں تو انہوں نے کہا وہاں قادیانیوں اور مسلمانوں کا جھگڑا ہوا ہے مجھے اس کی رپورٹ واشنگٹن بھیجنی ہے"۔

یعنی یہ صاحب یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان کے امریکی سفیر سے بے تکلفی کے ایسے مراسم ہیں کہ وہ ان کو اپنے دفتر میں بلا کر ان کے سامنے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ چک سکندر میں احمدیوں پر قاتلانہ حملوں کے ایک فریق یہ بھی ہیں، اپنی خفیہ فائلیں کھولے بیٹھے تھے اور ان کے بے تکلفانہ استفسار پر انہوں نے بغیر کسی تحفظ کے یہ راز فاش کر دیا کہ ذرا چک سکندر کے واقعات پڑھ رہا ہوں۔ اور عین ممکن ہے حکومت امریکہ کے لئے جو رپورٹ انہوں نے لکھی تھی وہ لنچ کے بعد ان مولانا کو بھی دکھائی ہو جسے اب کسر نفسی کے باعث یہ گول کر گئے ہیں۔ اب ان سے کون یہ کہے کہ صاحب ایسی بڑ تو بھنگڑ خانے میں از خود رفتہ لوگ بھی نہیں ہانکتے، تم تو ایک اخبار کے فورم میں بیٹھے تھے۔ کون اس پر یقین کرے گا۔

لاڑکانہ (پاکستان) میں
مکرم انور حسین صاحب ابڑو کو شہید کر دیا گیا

[پریس ڈیسک] انور آباد ضلع لاڑکانہ کے ایک مخلص انور حسین صاحب ابڑو کو ۱۹ دسمبر ۱۹۹۴ء کو شہید کر دیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق مکرم انور حسین صاحب ابڑو چند احمدی احباب کے ساتھ مسجد احمدیہ میں نماز مغرب ادا کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ۶ مسلح افراد جن میں تین نقاب پوش تھے جوتوں سمیت مسجد میں گھس آئے اور مکرم انور حسین صاحب ابڑو، ان کے لڑکے ظہور احمد ابڑو اور تین دیگر دوستوں کو گھسیٹ کر مسجد سے باہر لے آئے پھر انہیں مکرم انور حسین صاحب ابڑو کے گھر لے گئے اور گھر کی تلاشی لی۔ تلاشی کے دوران قریباً ساڑھے چھ ہزار روپے نقدی اڑا لی۔ مستورات کے سامنے مردوں کو مارا پیٹا اور کہا کہ تم لوگ ایک ایک لاکھ روپے دے کر لوگوں کو قادیانی بناتے ہو اور ڈش انٹینا کے ذریعہ ان کو گمراہ کر رہے ہو۔ انہیں گھر سے باہر قطار میں کھڑا کر دیا گیا تاکہ گولی سے مارا جا سکے اور کہا کہ جلدی سے کلمہ پڑھ لو۔ جب انہوں نے کلمہ "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" پڑھا تو کہا کہ یہ تو ہمارا کلمہ ہے تم اپنا کلمہ پڑھو۔ احمدیوں نے جواب دیا کہ ہمارا کلمہ تو یہی ہے اس کے علاوہ تو ہمیں کسی کلمے کا پتہ نہیں۔ اس پر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دینی شروع کیں اور کہا کہ تم بھی ان کو گالیاں دو مگر کسی احمدی نے ایسا گوارا نہ کیا۔ اس پر حملہ آوروں میں سے ایک نے کہا کہ انور حسین ابڑو اور ان کے بیٹے کو قتل کر دو۔ باقیوں کو جانے دو۔ چنانچہ حملہ آوروں نے ان دونوں باپ بیٹے سے کہا کہ بھاگو اور جب وہ بھاگنے لگے تو کلاشنکوف سے فائر کھول دیا۔ گولیاں مکرم ظہور احمد کے کندھے پر لگیں اور وہ بے ہوش ہو کر نہر میں جا پڑے۔ مکرم انور حسین ابڑو کو سر میں گولیاں لگیں اور وہ وہیں گر پڑے۔

انہیں فوراً ہسپتال لے جایا گیا مگر مکرم انور حسین صاحب ابڑو راستے میں ہی اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جبکہ ظہور احمد ہسپتال میں زیر علاج ہیں اور طبیعت بہتری کی طرف مائل ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ جس گاڑی میں حملہ آور آئے تھے وہ راستے میں ہائی جیک کی گئی تھی۔ چنانچہ واردات کے بعد وہ گاڑی اور اس کے ڈرائیور کو وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

مکرم انور حسین صاحب ابڑو شہید کا جنازہ ربوہ لے جایا گیا جہاں مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۹۴ء کو انہیں قطعہ شہداء میں دفن کر دیا گیا۔

مرحوم ہیڈ ماسٹر تھے اور اپنے پیچھے سوگوار بیوہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقامات پر فائز فرمائے اور لواحقین کو اپنے فضل سے صبر جمیل عطا فرمائے۔

بقیہ: آنے والا تو آ چکا ہے اور کوئی نہیں آئے گا

عار ہوگی۔ تم بدبخت ہو کہ اگر نعوذباللہ من ذالک واقعۃً تمہاری دعاؤں سے اترا تو تم انکار میں پہلے ہوگے، بلاتے ہو اور پھر اس کا انکار کر دیا کرتے ہو۔

حضور نے بڑے جلال سے فرمایا کہ آنے والا تو آ چکا ہے اور کوئی نہیں آئے گا۔ تم جتنے جتن کرنے ہیں کر دیکھو مگر اگر تمہیں وہم ہے کہ آئے گا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم انکار میں سب سے پہلے ہوگے اور محرومی کی حالت میں مر جاؤ گے۔ پس اب یہ دلیلوں کے وقت نہیں رہے اب تو ایسے آسمانی نشانات کے وقت ہیں جو بزرگوں اور متقیوں پر آسمان سے وحی و الہام اور کشوف کی صورت میں اتریں گے۔

حضور نے اس چیلنج کو پاکستان کے مولویوں پر اور ان بڑے بڑے دعویداروں پر جو مسیح کے مردے کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں عام کرتے ہوئے فرمایا کہ شوق سے جو زور لگتا ہے لگاؤ، آسمان سے اسے اتار کر دکھاؤ۔ جماعت احمدیہ کے خزانے ختم نہیں ہونگے مگر تمہارے نصیب میں آسمان سے ایک کوڑی کا فیض بھی نہیں۔ ہم اربوں بھی دے سکتے ہوں تو یہ پاک پیسے میں سے ایک پیسہ بھی تمہارے مقدر میں نہیں۔ تم تکذیب کی کمائی کھانے والے ہو اور قرآن فرماتا ہے کہ تم نے اپنا رزق تکذیب کو بنا رکھا ہے۔ اب ہمارا جھگڑا آسمان پر ہے اب آسمان پر یہ فیصلے ہونگے اور ہونے شروع ہو گئے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب خدا کے آسمان کے فیصلے زمین پر جاری و ساری تقدیروں کے طور پر ظاہر ہونگے اور سب دنیا کو دکھائی دینے لگیں گے۔

آخر پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اور تمام عالمگیر جماعت کی طرف سے تمام شرکاء جلسہ کو، اہل قادیان کو اور وہاں کے شریف النفس سکھوں اور ہندوؤں کو سلام اور دعا کا پیغام دیا اور تمام کارکنان کا جنہوں نے جلسہ کے موقعہ پر خدمت کی اور ان سب کا بھی جنہوں نے جلسہ کے احمدی زائرین کے لئے سہولت پیدا کی شکریہ ادا کیا اور اجتماعی دعا کے ساتھ یہ تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

Designing & Setting by Khalifa Rawahuddin Ahmad